إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ رسالہ مولفہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی

مزیل الالتباس و موضح اشتباہ

تحذیر الناس

۱۳۰۹

بتصحیح مولوی محمد فضل الرحمن و محمد جمیل الدین و محمد الیاس سلمہ اللہ تعالیٰ

باہتمام جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب

مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible] اس باب مین کہ زید نے بتتبع ایک عالم کے جسکی تصدیق ایک ج[illegible]
[illegible] نے کی دربارہ قول ابن عباس جو درمنثور وغیرہ مین ہے ان اللہ خلق
آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسی کعیسیکم [illegible]
کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقے [illegible]
ہین اور ہر طبقے مین مخلوق الہی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقے مین انبیا کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن
اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ مین ثابت ہوتا ہے مگر ان کا مثل ہمارے خاتم النبیین صلعم
کے ثابت نہین اور نہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلعم کے ہون اسلیے کہ اولاد
جسکا ذکر ولقد کرمنا بنی آدم مین ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقے کے آدم
کی اولاد ہے بالاجماع اور ہمارے حضرت صلعم سب اولاد آدم سے افضل ہین تو بلاشبہ آپ تمام مخلوق
سے افضل ہوے پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات مین داخل ہین آپکے مماثل کسی طرح
نہین ہوسکتے اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اسکے خلاف ثابت ہوگا تو مین
اوسی کو مان لونگا میرا اصرار اس تحریر پر نہین پس علماء شرع سے استفسار ہے کہ الفاظ حدیث ان معنون
کو محتمل ہین یا نہین اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت وجماعت سے ہوگا
یا نہین بینوا توجروا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین وسید المرسلین واٰلہ
واصحابہ اجمعین بعد حمد وصلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم
کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا
بایں معنی ہے کہ آپکا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن
ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم
النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ
کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا
ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسیکو یہ بات گوارا ہوگی کہ اسمیں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ
گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف
میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اسکو ذکر کیا اور اوروں کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ
صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے
ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجیے باقی یہ احتمال
کہ یہ دین آخری دین تھا اسلئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوی کر کے خلائق کو گمراہ
کرینگے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول
اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ
اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام
معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اسکے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بناء خاتمیت
اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی
دوبالا ہوجاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم
ہوجاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا
وصف جسکا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب

مستفاد نہیں ہوتا مثال درکار ہے تو لیجئے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب
کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی با ایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا
ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور کسی
اور کا فیض نہ ہوگا الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ
خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب
عرضی یعنی بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں
اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوتا علی الدوام وجود اور
کمالات وجود ذات ممکنات کو لازم و ملزوم رہتے سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت
کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت
بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے
غرض جیسے آپ نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ
مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا
مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ الخ اور انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع
اور اقتداء کا عہد لیا گیا اور ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے
علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے اور ادھر رسول اللہ صلعم
کا یہ ارشاد کہ علمت علم الاولین والآخرین بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے شرح اس معمہ کی یہ ہے کہ اس
ارشاد سے مرتبہ علوم عالم تو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب
علوم رسول اللہ صلعم میں مجتمع ہیں سو جیسے علم سمع اور ہے اور علم بصر اور یہ با ایں ہمہ قوت عاقلہ اور
نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلعم اور انبیاء باقی کو سمجھئے یہ ظاہر ہو کہ سمع و
بصر اگر مدرک و عالم ہیں تو بالعرض ہیں ورنہ مدرک حقیقی اور عالم حقیقی وہ عقل یا نفس ناطقہ ہی ہے بالجملہ
سے عالم حقیقی رسول اللہ صلعم ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء مجتہدین متقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں

اور اسکے ساتھ یہ بھی اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے کمالات عملی میں سے نہیں
کیونکہ کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور چار درج
انہیں دو باتوں پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تصریح کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہدا
اور صالحین انہیں میں سے انبیا اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہدا اور صالحین کا کمال کمال عملی انبیا
کو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھیے اور شہدا کو منبع اعمال اور فاعل اور صالحین
کو مجمع اعمال اور قابل خیال فرمائیے دلیل اس دعوی کی یہ ہے کہ انبیا اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو
علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ
جاتے ہیں اور اگر قوت عملی اور ہمت میں انبیا اوروں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت
اور وصف شہادت بھی انکو حاصل ہے مگر کوئی ملتبس ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ
ملقب ہوتا ہے مرزا جان جاناں صاحب اور شاہ غلام علی صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب اور
شاہ عبد العزیز صاحب چاروں صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے پر مرزا صاحب اور شاہ
غلام علی صاحب تو فقیری میں مشہور ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد العزیز صاحب علم
میں وجہ اسکی یہی ہوئی کہ اونکے علم پر تو اونکی فقیری غالب تھی اور اونکی فقیری پر اونکا علم اگرچہ اونکے
علم سے اونکا علم یا اونکی فقیری سے اونکی فقیری کم ہو سو انبیا میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ
اونکا عمل اوروں کی ہمت و قوت اور اونکے عمل و ہمت اور قوت سے غالب ہو بہر حال علم میں انبیا اوروں
سے ممتاز ہوتے ہیں اور مصداق نبوت وہ کمال علمی ہی ہے جیسا کہ مصداق صدیقیت بھی وہ کمال
علمی ہے چنانچہ لفظ نبا اور صدیق بھی جو باعتبار اوصاف مذکورہ اسبات پر شاہد ہے نبا خود خبر کو
کہتے ہیں جو اقسام علوم یا معلوم میں سے ہے اور صدق اوصاف علم میں سے ہے پر نبوت اور صدیقیت
میں وہ ہے فرق فاعلیت و قابلیت ہے جو آفتاب و آئینہ میں وقت تقابل معلوم ہوتا ہے چنانچہ
اوس حدیث مرفوع قولی کا یہ مطلب ہے کہ جو میرے سینہ میں خدا نے ڈالا تھا میں نے ابو بکر رض
کے سینہ میں ڈال دیا اسپر شاہد ہے گو جیسے کوئی اپنے گھر میں تو خبر دار یا خبر دار کر نیوالا ہوتا ہے

صدیق کو صدیق اسیلیے کہتے ہیں کہ اوس کی عقل جو قول صادق قبول ہیں کرتی قول صادق بے دلیل
اس طرح قبول کر لیتا ہے جیسے شہانی کو معدہ اور قول باطل سے اسطرح گھبراتا ہے اور اسطرح اوسکو
رد کرتا ہے جیسے قے کی کو معدہ رد کرتا ہے یہی تھا کہ صدیق اکبر کو ایمان لانے میں معجزہ کی ضرورت نہیں ہوئی
علی ہذا القیاس مصداق شہید بدلالت حدیث وہ شخص ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ و ترقی دین کے لیے
جان دینے کو طیار ہو چنانچہ رسول اللہ صلعم سے جو کسی نے پوچھا کہ بعضے آدمی طمع مال میں لڑتے
ہیں اور بعضے بوجہ عصبیت یعنی بوجہ قرابت و حمیت قومی اور بعضے بغرض ناموری انمیں سے شہید کون
ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا غرض شہادت
اس صورت میں عوارض ہمت اور قوت عملی میں سے ہوئی اور شہید اول درجہ کا آمر بالمعروف اور ناہی
عن المنکر ہوا اور اسی وجہ سے شاید شہید کو شہید کہتے ہیں یعنی بروز قیامت وہ شاہد ہوگا کہ فلانا شخص
حکم خدا مان گیا تھا اور فلانے نے نہیں مانا کیونکہ اس بات کی اطلاع جیسے آمر بالمعروف اور ناہی
عن المنکر کو ہو سکتی ہے اتنی اوروں کو نہیں ہو سکتی اور اوسکی گواہی اس باب میں ایسی سمجھیے جیسے کسی
مقدمہ میں ملازمان سرکاری کی گواہی چنانچہ اس امت کے حق میں یہ فرمانا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور ادھر یہ ارشاد وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ
أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ غور کیجیے تو اسی جانب مشیر ہے غرض
شہید سے فعل کل ہوتا ہے یعنی بھلے کام اوروں سے کرتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے سو جو شخص
اوس سے مستفیض ہو وہ صالح ہے اور ظاہر ہے کہ اہتمام اعمال کے باب میں یہی کر سکتا ہے جو خود اعمال
میں پکا ہے سو بوسیلہ امر و نہی ہو یا بوسیلہ صحبت جس شخص کو افاضہ اعمال منظور ہو وہ تو شہید ہے اور جو
اوس سے مستفیض ہو وہ صالح جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو خود معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب نبوت کمالات
علمی میں سے ہوئی اور دربارہ علم رسول اللہ صلعم موصوف بالذات ہوئے تو دربارہ نبوت بھی آپ موصوف
بالذات ہوں گے اور آیہ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ الخ میں جو لفظ مصدق
لما معکم ہے تو اوس سے یہ ... کا اس بات سے کہ یہ خطاب تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ہے اور کا

اجمع اگر ایسا عام ہے کہ تمام علوم و کتب کو شامل ہو بات اور بھی موجہ ہو جاتی ہے کیونکہ نبوت کمالات علمی
میں سے ہے اور آپ جامع العلوم ہیں اور انبیاء باقی جامع نہیں غرض جو بات حدیث علمت علم الاولین
سے ثابت ہوتی تھی مع شئے زائد آیہ مذکورہ سے ثابت ہے جو ایک قوی بات زائد ہے کہ نبوت
کا کمالات علمی میں سے ہونا اس سے ظاہر ہے کیونکہ رسول کی صفت میں ہونا مگر مصدق لما معکم جو
لازم و لزوم کمالات علمی سے ہے کیونکہ تصدیق علم ہی سے متصور ہے اس جانب مشیر کا درسول کا علم
عام ہوگا پھر اس لفظ رسول ہے بایں نظر کہ زبان عربی میں پیغامبر کو کہتے ہیں اور پیغام مجموعہ
اوامر و نواہی ہوتا ہے جو بیشک از قسم علوم ہے اسپر دال ہے اور یہ وعدہ کا لینا جس سے انکا نبی الانبیا ہونا
ثابت ہوتا ہے پہلے ہی معروض ہو چکا علاوہ بریں حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء
والطین بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود اتحاد نوعی خوب
جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے کہ ایک جا وصف ذاتی ہو اور دوسری جا عرضی ہاں فرق قدم و حدوث
اور دوام و عروض نہ ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا
آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہوتا تو آپ تمام خصائص میں یوں نہ فرماتے علاوہ بریں حضرات
صوفیہ کرام کی تحقیق کہ مربی روح محمدی صلعم تعین اول یعنی صفت علم ہے اور یہی اسکے مؤید ظاہری
ہے شاعر کی تربیت سے شاعر ہو گا اور طبیب کی تربیت سے فن طب محدث کی تربیت سے دربارہ
حدیث مفید ہو گی نتیجہ کی دربارہ فقہ سو جسکی مربی صفت علم ہو جو علم مطلق ہے شامل ابصار و اسماع
علم خاص فن خاص نہیں تو لاجرم تربیت یافتہ اس ذات پاک محمدی صلعم بھی علم مطلق میں
مستکمل ہوگی اور ظاہر ہے کہ مطلق میں تمام حصص خاصہ جو مقید ہیں ہوتی میں مندرج ہوتے ہیں
سو یہ مضمون علمت علم الاولین والآخرین ہے اور یہی وجہ ہوئی کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو شامل ہو وہ تقریری
بصورت ہوتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت نظر میں رہتا ہے شامل عنایات خاصہ کہ بیگانہ کا
فقط نہیں ہوتا ورنہ حضرت صلعم کو قرآن ملا جو بقیہ تاقیامت کل تحدی ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ اس
فن میں یکتا ہیں کیونکہ ہر شخص کا مجاز اسی فن میں متصور ہے جس فن میں اور اس کے شریک نہ ہوں اور

وہ ادھر میں یکتا ہو جیسا خوشنویس کے سامنے اگر وہ عاجز ہوتے ہیں تو اپنے خوش قطعہ کے لکھنے ہی میں
عاجز ہوتے ہیں اور فنون میں عاجز نہیں سمجھے جاتے الغرض رسول اللہ صلعم وصف نبوت میں موصوف بالذات
ہیں اور سوا آپ کے اور انبیا موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلعم کو اول یا اوسط میں رکھتے
تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود فرماتے
ہیں ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا اور کیوں نہ ہو یوں ہوتا تو اعطائے
دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جائے ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علما کے
علوم ادنے درجہ کے علما کے علوم سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا پر سب جانتے
ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علو مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں اور انبیاء متاخرین
کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے
پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا نحن نزلنا الذکر
وانا لہ لحافظون کے جو بنسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہئے اور بشہادت آیۃ ونزلنا
علیک الکتاب تبیانا لکل شیء جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخرین
محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیانا لکل شیء ہونا غلط ہو جاتا بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم
کے لیے ایسی ہی کتاب جامع چاہیے تھی تا کہ علو مراتب نبوت جو لاجرم علو مراتب علمی ہے چنانچہ معروض
ہو چکا ہے حاصل ہو ورنہ یہ علو مراتب نبوت بیشک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت
بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے چنانچہ اضافت الی النبیین باین اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب
ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں اور ظاہر ہے کہ وہ موصوف
ارادہ تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ ہو گا اور تاخر زمانی یعنی نبوت بالعرض ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم
مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہو گا پر ایک مراد ہو
تو شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی اور مجھ سے پوچھئے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ
بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے سو وہ یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہوتا ہے یا مکانی یا مرتبی

ہوتی ہیں تو معنی مرادی فی مفہوم تقدم و تاخر ان نسبتوں کے حق میں جنس ادو نظاہر ہے کہ مثل جسم و جثہ و ذات
وغیرہ معانی لفظ جیسے ان مضامین میں بوجہ تعمیم ہیں جو مثل الفاظ ہیں بعض تقدم و تاخر و انقسام کو جو تغیر
کے آثار میں سے ہے بہ نسبت انواع مذکورہ مشترک کہیے یا جنس نہ کہیے مگر ان میں سے اول و آخر
زمانی و رتبی تو مشخص ہوتا ہے یعنی اول و آخر افراد و آخر اول نہیں ہو سکتا البتہ تقدم و تاخر مکانی کے لیے
کسی تعیین کی ضرورت پڑتی ہے جس سے اول و آخر معلوم ہو جائے جیسے صفوف مسجد کے لیے قبلہ اور دیوار
قبلہ ورنہ یہاں دوسری طرح سے لیجیے تو قضیہ عکس ہو جائیگا جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنیے کہ
ذوات انبیاء علیہم السلام تو بعبارت خود اس قابل ہی نہیں کہ انمیں تقدم و تاخر کی گنجائش ملے ان کو بوجہ
زمان و مکان و مراتب البتہ مقدم و موخر کہہ سکتے ہیں بہر حال حذف مضاف کی ضرورت ہوگی سو لفظ
زمان کی جا پر اگر موصوف و تاخر بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے بلکہ ضرور ہے کیونکہ
حذف بے قرینہ والدال علی المحذوف الخاص دلائل تعمیم میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ لله الامر من قبل و
من بعد اور الله اکبر میں کل شئ یا من کل شئ محذوف سمجھا جاتا ہے بہر حال ہو تو دونوں صورتیں
برابر لفظ زمان ہو یا کوئی مفہوم عام بتخصیص زمان ہی کیا ہے اس صورت میں ہر نوع پر یہ مفہوم خاتمیت
ہو [illegible] انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن
عمل [illegible] مفہوم رجس عام ہے کہ اس کے لیے خمر جدی نوع ہے اور میسر وغیرہ
جدی [illegible] جس نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح یعنی خمر میں نجاست ظاہری بھی ظاہر ہوئی اور
انواع باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی سو جیسے علت اختلاف ظہور مذکور یہ ہوئی کہ یہاں فعل شرب خمر
شراب کے باعث ممنوع ہوا اسلیے پانی وغیرہ کا پینا ممنوع نہیں تو یہاں تو رجس صفت اصلی جسم شراب
کی ہوگی اور میسر وغیرہ میں اشیاء معلومہ افعال کے باعث بری ہوئیں کیونکہ اشیاء معلومہ آلات افعال
معلومہ ہیں اسلیے رجس صفت اصلی افعال کی ہوگی سو ان کی ناپاکی وہی نجاست باطنی مگر جیسے افعال اور
شراب میں فرق ہے اور پھر وصف رجس میں شمول ایسی ہی یہاں قصہ ہے بلکہ یہاں مضمون تو صوف کا
موصوف تقدم و تاخر ہونا ایسا ظاہر ہے جیسا شراب کا موصوف برجس ہونا مثل اتصاف افعال برجس

محمل بجاز نہیں سو اگر یہاں خاتم مثل جنس خبر بعام ہر کیا جائے تو یہ جواز قابل قبول ہے اسمیں خاتمیت زمانی اور مرتبی کو تو ضرورت نہیں ہے البتہ تقدم میں اور مکانی میں ہے سو یقیناً تاخر مرتبی یہاں بھی پیچھے سے شروع سمجھا جائیگا اور ذہن میں علیا اختتام ہوگا سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اوہر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ هارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہونچ گیا ہے پھر اسپر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اوسکا منکر کافر ہے ایسا ہی اسکا منکر بھی کافر ہوگا اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک و استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی اور نیز اس صورت میں جیسے قراءت خاتم بکسر التاء چسپاں ہے ویسے ہی قراءت خاتم بفتح التاء بھی بے تکلف موزوں ہو جاتی ہے کیونکہ جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے حاصل مطلب آیہ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوت معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصاف معروض و موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اوسکی نسل اور ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ یہ اوس سے پیدا ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اسی کا شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اسکی دلیل ہے سو جب ذات بابرکات محمدی صلعم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی اور باقی انبیاء موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہو گئی کہ

آپ والد معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپکے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی اور امتیون کی نسبت لفظ رسول الله
میں غور کیجئے تو یہ بات واضح ہے یعنی آیۂ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ لانے کی ضرورت ہے کہ محمد رسول الله
صلعم کو صغری بنائیے اور اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ کو کبری کیجئے یہ نتیجہ نکلتا ہے یا یہ صورت
اسکی یہ ہے کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کو بعد لحاظ صلۂ من انفسہم کے دیکھئے تو یہ بات
ثابت ہوتی ہے کہ رسول الله صلعم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ اونکی جانون کو بھی
اون کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولی بمعنی اقرب ہے اور اگر بمعنی احب یا اولی بالتصرف ہو تب بھی یہی
بات لازم آئیگی کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کیلئے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں
ہو سکتا دلیل سنئے اول یہ بات سنئے کہ ایسی اقربیت جو اپنی حقیقت سے بھی زیادہ ہو بجز موصوف بالذات
کے کہ موصوف بالعرض یا وصف عارض کی نسبت ہوتا ہے اور کسیکو کسیکے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ ربط
افاضہ اگر بین الشیئین نہیں ہے تو باعتبار اصل حقیقت استغنا اور تباین ہوگا اگرچہ دونوں ایک موصوف میں
اتفاقاً مجتمع ہوں اتنا قرب کہاں اور اگر ربط افاضہ بین الشیئین ہے یعنی ایک موصوف بالذات اور دوسرا
موصوف بالعرض ہے تو لاجرم موصوف بالعرض کے ساتھ بحیثیت وصف عارض اور خود وصف
عارض اونکی ... موصوف بالذات ہوتے ہیں سو وصف عارض کو جو کچھ تشخص حاصل ہوتا ہے ایسا تحقق
حاصل ہوتا ہے اور علی ہذا القیاس ادراک تشخص بھی بعد ادراک اصل وجود ہوتا ہے چنانچہ دور سے کسیکو
دیکھئے تو ایک موجود مبہم ہوتا ہے جسکا انطباق ہزاروں احتمالوں پر متصور ہے پر جوں جوں قریب آتا
جاتا ہے وہ ابہام مرتفع ہوتا جاتا ہے اور تمیز جو ادراک تشخصات پر موقوف ہے حاصل ہوتی جاتی ہے
موجب بطالت بعد بین بر عالت ہے تو حالت قرب میں تو اوس مبہم کو اور یہی وضاحت ہو جائیگی جسکی وجہ
سے تقدم علم اور ادراک تشخصات ضرور ہے علاوہ برین معلوم ہونا خود ایک صفت وجودی ہے اور
معلومات کا معلوم ہونا ضروری جسکے معنی تعین نظر تعلیم کے کسکے انصاف سے دیکھئے تو یہ معلوم ہوتے
ہیں کہ افاضۂ وجود وہ بھی عالم کی طرف سے اوسپر ہوتا ہے اور وہ نور علم جو ذات عالم کے ساتھ ایسی
طرح قائم ہے جیسے آفتاب کا نور آفتاب کے ساتھ اوسکو ایسی طرح محیط ہو جاتا ہے جیسے نور بدن کو ...

مستنیرہ کو اور ظاہر ہے کہ عالم کو اگر ادراک معلومات ہو گا تو وہ ایسا ہی ہو گا جیسے فرض کرو آفتاب کو
انوار خاصہ در و دیوار کا علم جنکو دھوپ کہتے ہیں سو اوس میں سے نور مطلق جیسے صفت آفتاب ہے
اور تثلیث اور تربیع وغیرہ تقطیعات وہ ہیں جو صحن خانوں وغیرہ کیطرف سے لاحق ہو گئے ہیں
اصل میں صفت صحن خانہا وغیرہ اور اسوجہ سے درصورت علم مفروض جو آفتاب کو حاصل ہو گا علم نور
مطلق بایں وجہ کہ اوسی کی صفت ہے علم تقطیعات سے جو اوروں کی صفت ہے متقدم ہو گا ایسے ہی نور
علم مذکور کو صفت عالم ہے اور تشخصات معلومات صفات معلومات اور اسوجہ سے علم صفت مذکور یعنی علم مجرد
علم تشخصات سے متقدم ہو گا اور ظاہر ہے کہ نور آپ بذاتہ خود منور ہے اور یہ تشخصات اور تعینات
جو حقیقت میں حقیقت معلوم ہیں کیونکہ مسمی زید و عمرو وغیرہ یہ خصوصیات خاصہ ہیں جنکی وجہ سے باہم
تباین ہے ورنہ وہ امر مشترک جسکو حقیقت انسانی کہتے ہیں سو بالعرض سو اس حرکت علمی میں جب نور
مطلق اول آیا اور حقیقت مذکورہ دوسری بار تو رجوع تیکر مقصود بالعلم و دقائق ہی ہوں اور ظاہر ہے
خود صاحب حقیقت تو یوں کہنا پڑیگا کہ موصوف بالذات اوس موصوف بالعرض سے اوسکی حقیقت
کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ قریب بعید کے دریافت کے لیے کی یعنی فاصلہ ضرور ہے
اور فاصلے کے کم ہونیکی یہ علامت ہے کہ ادھر کو حرکت کیجیے تو زیادہ فاصلے کی چیز سے پہلے آئے
سو دیکھیے حرکت فکری میں اول دلیل آتی ہے پھر مدلول اسلیے استدلال لمی میں بایں وجہ کہ
دلیل جو حقیقت میں علت ہوتی ہے اول علت آئیگی اور مطلوب بعد میں اس صورت میں لامحالہ
علت کو مطلوب سے بہ نسبت مطلوب کے بھی زیادہ قرب ہو گا مگر یہ قرب بہ نسبت معلول کے
سوائے علت اور کسیکو نصیب نہیں کیونکہ اصل میں انفصال ہے گر اتصال ہے تو جہاں یہ قرب ہو گا وہی
علیت معلولیت ہو گی اور وقت استدلال اگر خود معلول سے اپنے ادراک کیطرف متوجہ ہو اور استدلال
باستدلال لمی ہو تو یہ بات صاف روشن ہو جائیگی کہ طالب کی ذات سے اوسکی علت قریب ہے
سو اگر مومنین کو اپنی حقیقت کا ادراک مطلوب ہو گا تو بیشک اول رسول اللہ صلعم اس حرکت فکری میں
آئینگے پھر اونکی حقیقت باقی رہی دلیل انی وہ حقیقت میں دلیل ہی نہیں ہوتی بلکہ استدلال انی کے لئے

ضرور ہے کہ اولی استدلال لمّی ہوسکے اگر آفتاب کو علت نور سمجھ چکا ہو تو نور سے وجود آفتاب پر استدلال
ممکن نہیں اور یہ سمجھا کہ یہ علت ہے اور وہ معلول تو یہی استدلال لمّی ہے استدلال انی میں سوا اسکے اور
کیا ہوتا ہے الغرض جو وجود ذہنی معلول بھی علت کے وجود ذہنی پر ایسی طرح موقوف ہے جیسے وجود
ہو اور اسکے وجود خارجی پر باقی استدلال انی میں علم تازہ نہیں ہوتا علم سابق کا استحضار ہوتا ہے اور
ظاہر ہے کہ علت اپنے معلول میں بہ نسبت اسکی حقیقت کے جو تعینات اور تشخصات ہیں اور منجملہ لواحق
اور توابع اور مختلف فی التحقق اولیٰ بالتصرف ہے علی ہذا القیاس معلول کو اگر قابل محبت ہے تو محبت
بھی علت سے ہوگی جو اسکی اصل ہے اور اسکا پرتو ہے چنانچہ مثال تو آفتاب سے
ظاہر ہے وہ محبت تعینات سے کا ہیکو ہوگی جو لواحق ہیں اور باہم اتفاقی ملاقات ہوگئی ہے اس
صورت میں علت کو جو نسبت اوسکے معلول سے کہ اگر وحب الیہ من نفسہ کہا جاوے تو بجا ہے غرض اولی
بمعنی اقرب من دونوں معنوں کو مستلزم ہے اور یہ دونوں اوسکے منافی نہیں بلکہ اوسکے تحقق کو
ایسی طرح دال ہیں جیسے نور آفتاب طلوع آفتاب پر دلالت کرتا ہے سو جیسے طلوع آفتاب وجود
نور پر مقدم ہے ایسے ہی تحقق اولویت بمعنی اقربیت تحقق اولویت بالتصرف اور اولویت بمعنی
محبوبیت پر مقدم ہوگی الغرض اقربیت مذکورہ کا درمیان رسول اللہ صلعم و امت مرحومہ ہونا بایں طور کہ آپ
قرب الی الامت المرحومہ من انفسہم ہونا ضرور ہے اور یہ بجز اسکے متصور نہیں کہ آپ علت ہوں اور
امت مرحومہ معنی معلول اور ظاہر ہے کہ معلول میں جو کچھ ہوتا ہے فیض علت اور عطاء علت
ہوتا ہے اسلئے اوسکے لیے صیغہ مفعول تجویز کیا گیا اس صورت میں علت میں ضرور ہے کہ وہ فیض ذاتی
ہو ورنہ دارمدار ہو عرضی ہو تو کوئی اور ہی منبع حقیقی ہوگا کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وصف عرضی
خود بخود ہو جاوے کوئی نہ کوئی موصوف بالذات ضرور ہے سو وہی ہمارے نزدیک علت اصلی ہوا الغرض
لفظ رسول اللہ جو مترادف نبی اللہ یا ہم معنی نبی اللہ کو ہے جب صغری بنائے تو بوجہ اجتماع شرائط
نتیجہ شکل اول میں ہونی چاہئیں یہ نتیجہ نکلیگا کہ محمد اولی بالمومنین من انفسہم اور یہ بات اسبات کو
مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض آپ اس امر میں مومنین کے

حق میں والد معنوی ہیں یعنی اوروں کا ایمان آپ کے ایمان سے پیدا ہوا ہے آپکا ایمان اوروں کے
ایمان کی اصل ہے اوروں کا ایمان آپکے ایمان کی نسل ہیں تقریر بروجہ لطف مذکور اور اسقدر ایک
مسطور خوب واضح ہوگئی اسلیے اس مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں اگرچہ بحوالی مزید توضیح اسبات کو مقتضی
تھی کہ مثل علم ایمان کا ایک وصف فطری ہوتا اور یہ بات کہ ایمان کمالات عملی میں سے ہے پر علم پر
موقوف اور نبوت کمالات علمی میں سے ہے جو عمل کو مستلزم اور نیز یہ امر کہ انبیا کس اعتبار سے آپ کے
ساتھ علاقہ مولودیت رکھتے ہیں اور واسطے کس بات میں اور پھر کیوں نہ ظاہر شیر تولد مومنین کو لفظ شیر
تولد انبیا سے مقدم رکھا یہ باتیں بیان کرتا اور سب ختم بوجہ کر جاتا پر باندیشہ تطویل قدر ضرورت
پر اکتفا کرکے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اسبات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیا کا سلسلہ نبوت آپ
پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیا گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپکی طرف محتاج
ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپکا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اسمیں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور
اسی طرح اگر فرض کیجیے آپ کے زمانے میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی
نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اوسکا سلسلہ نبوت بہر طور آپ پر مختتم
ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہولیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا
چلے غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپکا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی
کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپکے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا
بدستور باقی رہتا ہے مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین اسبات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ
کیجیے اور علی العموم تمام انبیا کا خاتم کہیے اسیطرح اطلاق لفظ مثلهن جو آیہ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ
سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ میں واقع ہے اسبات کو
مقتضی ہے کہ سوا تباین ذاتی ارض و سما جو لفظ سموات اور لفظ ارض سے مفہوم ہے اور ان دونوں
لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بشہادت استشہاد ہے اور نیز علاوہ اوس تباین کے جو بوجہ اختلاف لوازم
ذاتی یا اختلاف مناسبات ذاتی خواہ بجہت لوازم وجود ہوں یا خارج میں السماء والارض مشہور ہے

اور بالالتزام متنفی ہے جمیع الوجوہ میں السماء والارض مماثلت ہونی چاہیے سوا وہ میں سے مماثلت
فی العدد اور مماثلت فی البعد اور فوق و تحت ہونے میں مماثلت تو اوسی حدیث مرفوع سے معلوم
ہوتی ہے جس سے تحقق سبع ارضین معلوم ہوا ہے اور صاحب مشکوۃ نے بحوالہ امام ترمذی اور
امام احمد باب بدء الخلق میں اسکو روایت کیا ہے اور ترمذی میں کتاب التفسیر میں سورہ حدید کی تفسیر
میں روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے وعن ابی ہریرۃ قال بینا نبی اللہ صلعم جالس واصحابہ اذ
اتی علیہم سحاب فقال نبی اللہ صلعم ہل تدرون ما ہذا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ہذہ العنان ہذہ
روایا الارض یسوقہا اللہ الی قوم لا یشکرونہ ولا یدعونہ ثم قال ہل
تدرون ما فوقکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فانہا الرقیع سقف محفوظ
وموج مکفوف ثم قال ہل تدرون ما بینکم وبینہا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال
بینکم وبینہا خمسمائۃ عام ثم قال ہل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ ورسولہ اعلم
قال سماءان بعد ما بینہما خمسمائۃ سنۃ ثم قال کذلک حتی عد سبع سموات ما بین
کل سمائین ما بین السماء والارض ثم قال ہل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ ورسولہ
اعلم قال ان فوق ذلک العرش وبینہ وبین السماء بعد ما بین السمائین ثم قال
ہل تدرون ما الذی تحتکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال انہا الارض ثم قال ہل تدرون ما تحت ذلک
قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ان تحتہا ارضا اخری بینہما مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ حتی عد سبع ارضین بین
کل ارضین مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ ثم قال والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی
لہبط علی اللہ ثم قرأ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شیء علیم رواہ احمد والترمذی انتہی
اس حدیث سے علاوہ اسکے کہ یہ زمین سب سے اوپر ہے سات زمینوں کا ہونا اور وہ بھی نیچے اوپر
ہونا اور ہر ایک میں سے دوسری زمین تک ساتوں زمینوں میں پانچ پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ
ہونا بتصریح ثابت ہے غرض یہ تین مماثلتیں تو اسی حدیث سے بتصریح معلوم ہوگئیں جسکے معلوم
ہونے سے یہ خیال کہ بعد منہا الی ثمانیۃ مذکور ہے اور سب باتوں میں مشابہت اطلاق و عموم کلام ربانی سے

جیسے آئینہ وقت نور افشانی در و دیوار اگر در و دیوار کی نسبت واسطہ فی العروض اور موصوف بالعرض
ہے تو آفتاب کی نسبت خود معروض ہے سو ایسے ہی امور مبحوث عنہا میں سمجھئے دوسرے بحکم عدل
و حکمت بالضرور اسبات کو مقتضی ہے کہ جو افضل ہو وہ باقیوں پر حاکم ہو علاوہ بریں حسن انتظام خداوندی
جو ہر نوع میں نمایاں ہے اسبات کو مقتضی ہے کہ جیسے افراد کا سلسلہ نوع پر اور انواع کا سلسلہ جنس پر ختم
ہوتا ہے اور اسوجہ سے جنس کے احکام و آثار انواع میں اور انواع کے احکام و آثار افراد میں جاری
و ساری ہیں اتنا استقلال جو ہر فرد ذوی العقول میں گونہ نمایاں ہے اور اسوجہ سے وہ انتظام جو انکے تمدن
ہو جانے اور انکے اجتماع پر موقوف ہے مختل ہو جاتا ہے کسی ایک آدمی سے متعلق کر کے اوروں کو مستقل
منتظم قرار دیا جائے جسکے سامنے یہ استقلال فرادی فرادی والے محتاج نظر انگیں سو اسیکا نام حکومت ہے
بلکہ بوجہ تکثر افراد کی غور سے کیجئے تو وہ عروض ہے کیونکہ اگر کلی کو معروضات کے ساتھ عروض نہو
تو یہ تعداد افراد ہرگز ظاہر نہو اور اس صورت میں مناسب یوں ہے کہ موصوف بالذات معروض بالعرض
قابلیت حکومت و محکومیت رہتے ہوں حاکم ہو تاکہ تبعیت باطنی در صورت متبوعیت ظاہری بمصداق
فی محلہ سمجھی جائے پھر یہ فوقیت و تحتیت باوجود اتحاد نوعی بحکم عدل و حکمت اسبات کو مقتضی ہو کہ جیسے
تنزل نوعی اور نوع تنزل جنسی ہوتا ہے اسیطرح ارواح ملائکہ سافل تنزل ارواح ملائکہ عالی ہو اور تو ہو یہ بھی
ہے تاکہ یہ تکثر اور فوقیت و تحتیت دونوں صحیح ہوں اسلیئے کہ تنزل مرتبہ بھی مثل تکثر بے عروض ممکن نہیں
چنانچہ افراد کی تنزل نوعی ہونے سے اور انواع کے تنزل جنسی ہونے سے یہ بات ظاہر ہے کہ تنزل تکثر
مستلزم ہے اور عروض پر موقوف اور عروض کا قصہ آپ سن ہی چکے ہیں کہ موصوف بالذات موصوف
بالعرض پر جیسے باعتبار ظہور و نفوذ احکام بھی آثار حاکم ہوتا ہے ایسے ہی باعتبار حکومت بھی حاکم ہو
جانیئے اس صورت میں کیفیت حال یہ ہوگی کہ ارواح سافلہ جو مرتبہ تکثر میں پیدا ہوئی ہیں اور درجہ پائیں
سمجھیئے میں ارواح صغیرہ و حقیرہ ہوں اور ارواح عالیہ جو درجہ میں عالی اور وحدت اور بسیط انکی جانب ہیں اسطرح
عظیمہ و کبیرہ ہوں غرض جب مجموعہ حصص کو سمجھیئے تو ایک روح اعظم مثل اب النوع ہو اور جدا جدا
حصے کیجیئے تو روح صغیرہ پیدا ہو سو جب مرتبہ صغیری پر رعایت ہے چنانچہ افراد کے ملاحظہ سے

ظاہر ہے تو مرتبۂ صفت میں وحدانیت کیوں ہونے لگی کیونکہ وصف ذاتی حالت انتہائے حصص میں تو اور بھی زیا
دہ ہوتا ہے سو یا جملہ حصص اگر ہوتا ہے تو موصوف بالذات ہی میں ہوتا ہے معروض میں نہیں جو تا کسی
معروض میں پورا نور نہیں البتہ آفتاب میں سب حصے فراہم ہیں اسلئے مراتب فوقانی میں ارواح خفیفہ ہونگی
اور مراتب تحتانی میں ارواح صغیرہ اور اس وجہ سے فوق و تحت خارجی و ظاہری بھی ملحوظ رہا جاوے
تاکہ ظاہر و باطن متناسب رہیں بالجملہ وحدت نوعی و تکثر افرادی اور پھر فرق فوق و تحت باعتبار عالم
مثال عکس اگر درست ہو سکتا ہے تو یوں ہو سکتا ہے جس طرح سے عرض کیا کہ ارواح عالیہ ارواح
سافلہ کے لیے موصوف بالذات ہوں۔ اور افضل ترین ملائکہ فلک ہفتم کوئی ایک ملک ہو جسکی روح
منبع ارواح ملائکہ باقیہ فلک ہفتم بھی ہو اور منبع روح فرد افضل ترین ملائکہ فلک ششم بھی ہو کر پھر اسکی
روح منبع ارواح باقیہ فلک ششم اور فرد کامل ملائکہ فلک پنجم علی ہذا القیاس اور فرد کامل ملائکہ فلک پنجم کا ملائکہ
باقیہ فلک پنجم کے لیے بھی منبع ہونا اور فرد کامل ملائکہ فلک ششم کے لیے بھی منبع ہونا اور پھر اونکا اوپر
ہونا اور فقط تابع ہونا اور اوسکا نیچے ہونا اور متبوع و منبع ملائکہ باقیہ فلک ششم بھی ہونا ایسا ہو جیسے
آفتاب کا بہ نسبت آئینہ واقع فی الصحن اور بہ نسبت جوب سقف منبع ہونا ظاہر ہے کہ دھوپ جوب
اگرچہ منبع نور نہیں فقط تابع ہی ہے متبوع نہیں اور آئینہ منور بایں نظر کہ در و دیوار کے حق میں منبع الضوء
بھی ہو گیا ہے تو اون کے حق میں متبوع بھی ہے مگر یہی صورت اسوقت باہم زمینوں کی بھی ہوگی کہ
ساتوں کی ساتوں آباد بھی ہونگی اور اوپر کے زمین کی فرد کامل یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی روح اک سب ارواح
انبیاء و مومنین کے لیے منبع ہوگی ایسے ہی فرد کامل زمین ثانی کے لئے بھی منبع ہوگی اور اسکی روح
باقی اہل زمین کے سکان کے لیے بھی منبع ہوگی اور فرد کامل زمین سوم کے لیے بھی منبع ہوگی علی ہذا القیاس
نیچے کی زمین تک خیال کیجئے اور اس تقریر سے یہ وہم بھی مرتفع ہو گیا کہ بیان کا ہر ہر فرد حاکم و متبوع ہو
اور اوروں بھی ماتحت کی افراد مقابلہ و متناظرہ اپنے اپنے متناظر کے تابع بلکہ فقط فرد کامل کا متبوع ہونا
اور ارض سافل کے فرد کامل کا اوسکی نسبت اول تابع ہونا اور اوسکے سبب نزد و باقیہ کا تابع ہونا سمجھا
جاتا ہے مثال مطلوب سے تو اول آفتاب و آئینہ کے حال پر غور کیجئے نور کی دھوپ میں اور دھوپ میں

کی مثال ایسی ہے جو آئینہ شمسی سے پیدا ہوتے ہیں دوسرے دیکھیے لاٹ تو لفٹنٹ پر بلا واسطہ حاکم ہے اور ادنیٰ
سے لے کر اعلیٰ درجہ کے حاکم نہیں البتہ لاٹ بواسطہ لفٹنٹ ان پر بھی حاکم ہے جیسے آفتاب بواسطہ
آئینہ کے [illegible] اس تقدیر پر بیچ کی زمین سے سلسلہ نبوت شروع ہوگا اور
رسول اللہ صلعم سے اوپر وہ سلسلہ ختم ہوگا جیسے یہاں کی نبوت کا سلسلہ بھی آپ ہی پر اختتام پاتا ہے
اتنا فرق ہے کہ یہاں انبیاء باقیہ میں باہم نسبت حاکمیت و محکومی بحسب اشارہ عقلی نہیں نکل سکتی
اور بیچ کی زمین سے جو سلسلہ شروع ہوا ہے وہیں باشارۂ عقلی ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دوسرے زمین والے
تیسری زمین والوں پر حاکم ہیں اور تیسری زمین والے چوتھی زمین والوں پر علیٰ ہذا القیاس [illegible]
صحیح اگر تمثال سے منظور ہے تو دیکھیے کہ ہم بادشاہ کو لاٹ پر اور لاٹ کو لفٹنٹ پر حاکم تو قطعی
بات کے جز سے کہہ سکتے ہیں کہ جو ان مراتب کا باہم فرق و تحت ہونا معلوم ہے پر لاٹ یا لفٹنٹ کے
محکوم اور عہدہ داروں میں یہ حکم جاری نہیں کر سکتے غرض ایک سلسلہ نبوت تو فوق و تحت میں واقع ہے اور وہاں
فرق مراتب محمول اسکے فرق مراتب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ایسی [illegible] مستقل ہیں کہ
اور باعتبار فرق مراتب [illegible] اسکے فرق مراتب کی طرف اطلاع کی گئی تشریح اسکی یہ ہے کہ [illegible] ہم پر
روشن ہے کہ زمانہ ایک حرکت ارادہ خداوندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ
تجدد امثال کے قائل ہوئے کیونکہ حرکت میں مقولہ حرکت کا ایک فرد ہر آن میں جدا متحرک کو عارض ہوتا ہے
والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔ اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ مقدار حرکت ہے کیونکہ مقدار ہونے کے لیے قابل
اور مجانس ضرور ہے خط کے لیے مقدار خط ہی ہو سکتا ہے اور سطح کے لیے مقدار سطح اور جسم کے لیے
مقدار جسم یعنی وہ چیز جس سے کمی بیشی مساوات معلوم ہو وہ ہم جنس ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خط کو
سطح سے نہیں ناپ سکتے اور اگر ناپ بھی بیٹھیں تو وہ کمی ایک بعد سے ہوگی تو تقسیم غلط ہے
علیٰ ہذا القیاس اگر جسم کو سطح یا خط سے ناپیں تو وہ بھی ایسا ہی سمجھو بہرحال زمانہ ایک امتداد
حرکت خداوندی ہے اگر اندیشہ تطویل نہ ہوتا تو انشاء اللہ اس بحث کو واشگاف کر دکھلاتا پر کیا کیجیے
ذکر استطرادی بقدر ضرورت ہی زیبا ہے زیادہ نازیبا ہے تس پر اہل فہم سے یہ امید ہے کہ فقط اشارہ ہی

ہوگی ہو گر بطور مذکور ختم زمانہ کو حرکت کہا جاوے تو اس کے لیے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر
ختم ہو جاوے سو حرکت سلسلۂ نبوت کے لیے مقصود ذات محمدی ہی ہے اور یہ لفظ بس سابق زمانی
اور اس سابق مکانی کے لیے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شان حقیقت کو یہ صلعم
قابل ثبوت کون مکان تو زمین و زمان کو شامل ہے بایں شبہ کہ زمانہ تو بعد ختم نبوت بھی باقی ہے اگر حقیقۃ
حرکت مذکورہ ہے تو لازم آتا ہے کہ مقصود تک ابھی نہیں پہنچی اور رسول اللہ صلعم افضل البشر نہوں
بلکہ مقصود و مطلوب نہیں جو منتہاء حرکت مذکورہ ہوگا وہی افضل ہوگا سو یہ شبہ قابل اس کے نہیں
کہ اہل فہم کو موجب تردد ہو مگر بایں ہمہ رفع غلطی ان کے لیے یہ معروض ہے کہ ہر حادثہ زمانی کے لیے
ایک عمر ہے کہ جس کی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادثہ میں قائل تجدد امثال ہوئے کیونکہ زمانہ
ایک حرکت ہے چنانچہ اس کا متجدد غیر قار الذات ہونا بھی اسی کے موید ہے اس صورت میں مسافات مقصود
ہیں اور حرکات متعددہ منجملہ حرکات سلسلہ نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی علیہ
وہ حرکت مسلسل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کی طرف کی برکات بھی
وجہ ہے غرض باعتبار زمانہ اگر خرف ہے تو مستقبل میں ہے کہ وہ طرف مقصود ہے نہ یہ کہ زمانہ مستقبل
بالذات اشرف ہے اور باعتبار مکان جانب فوقانی تاکہ فوقیت مرتبہ پر دلالت کرے باقی
فرق کہ بنی آدم کا فخر بھی ہوتے ہیں اور ملائکہ کا فخر نہیں ہوتے یا ملائکہ تعداد میں زیادہ ہیں اور بنی آدم کم
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرق اخلاق مماثلت میں قادح نہیں یہ جو راقم سطور نے عرض کیا تھا کہ وہ
باتیں جو مقتضائے اختلاف ماہیت ارض و سما اور لوازم ماہیت ارض و سما یا مناسبات ماہیت ارض و سما ہیں ان کو
چھوڑ کر کے پھر تماثل دیکھنا چاہیے سو جیسے عظمت سماوات اور صغر زمین تشخصات و تعینات ارض و سما
میں داخل ہے اور یہ اختلاف اس اختلاف مفہوم ہی میں آگیا ایسے ہی بوجہ مناسبت اختلاف
مقادیر سکان بھی ضرور ہے بلکہ اس صورت میں اگر یہاں کے سکان کو وہاں کے سکان کے ساتھ
وہی نسبت ہو جو یہاں کی مقدار کو وہاں کی مقدار کے ساتھ ہر زمین کو اپنے مقابل کے سما سے ہو تو عجب نہیں
بلکہ اس صورت میں ممکن ہے کہ ساتوں زمین میں بانٹے ہوں اور وہ زمین اس زمین سے

ایسی چھوٹی ہو جیسے ساتوین آسمان سے پہلا آسمان چھوٹا ہے اور اگر سموات سبع و ارضین تو زمینین بھی
سب برابر ہون رہا فرق اسلام و کفر سو اس فرق کی اختلاف لوازم ذاتی اور اختلاف مناسبات
ذاتی پر ہے پر علم تناسب بنہایت درجہ کا علم غامض ہے علم کامل تناسب تو خدا ہی کو ہے سوا اُسکے
انبیاء اور صدیقین کو جو علماء بنی آدم اور مصداق وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا
كَثِيرًا ہوتے ہین کچھ ہو تو ہو دیکھئے موافق آیۃ أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ اور نیز بمقتضاء
اس حکم و عدل نظم جسکا ہونا خدا کی ذات پاک مین بدلیل توحید یقینی ہے یہ ضرور ہے کہ گیہون کو اُسکے مناسب
برگ و بار اور جَو کو اُسکے مناسب انگور کو اُسکے کھجور کو اُسکے مناسب نوع انسانی کو اُسکے مناسب
بدن اور روح ہماری کو اُسکے مناسب عطا ہو لیکن قبل مشاہدہ عطیات ہر نوع ایسا کوئی عاقل سمجھ
نہین آتا کہ یہ بتلا دے کہ گیہون کے ایسے شاخ و برگ و بار ہون گے اور جَو کے ایسے اور انسان کا
ایسا بدن ہوگا اور حمار کا ایسا غرض تناسب و مناسبت یقینی پر وجہ مناسبت و تناسب معلوم نہین
علم الیقین عین الیقین جب ہے کہ ہم اندھون کو وہ دیدہ بصیرت عنایت ہو جس سے یہ فرق ایسا نمایان
ہو جائے جیسے اندھون کو بعد بینا ہو جانے کے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ لال رضائی پر سبز گوٹ اور
سبز رضائی پر لال گوٹ پھبتی ہے سوا اسکے اور گوٹ زیبا نہوگی بالجملہ جس چیز کو خدا نے کسی چیز کے ساتھ
جوڑ دیا ہے یا مقابل رکھا ہے خالی کسی تناسب سے نہین جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنیئے کہ تشبیہ
نسبت بہ نسبت جب ہی معلوم ہو سکتی ہے جب دو چیزون کا پہلے تناسب جدا معلوم ہو اور دو چیزون کا جدا
مثلاً دو کو چار کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہزار کو دو ہزار کے ساتھ ظاہر ہے کہ اس تشابہ نسبت کا یقین
بعلم عین الیقین یا حق الیقین جب ہی متصور ہے کہ دو اور چار کا تناصف بھی معلوم ہو اور ہزار و دو ہزار کا
تناصف بھی معلوم ہو الغرض تشبیہ نسبت بہ نسبت وحدت نوع نسبت کو مقتضی ہے اور علم تشبیہ کو وہ
علم نوع مذکور کو اور ظاہر ہے کہ وہ مماثلت جو لفظ مِثْلَهُنَّ سے بین السموات والارضین مفہوم ہے تشبیہ نسبت
جسکو تشبیہ مرکب کہئے تشبیہ مفرد مفہوم نہین نہ زمین کو آسمان سے کیا مناسبت اور کیا مشابہت اور اگر ہو بھی کوئی
مناسبت تو ظاہر ہے کہ کوئی نہین تو ہین کہا آیۃ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ

میں باقیوں میں تشبیہ نسبت ہے اسلئے اگر کم سے کم اگر نفس عدد میں مخالفت ہوگی تب بھی یوں سمجھے گر اس مجموعہ کے اجزا کو باعتبار کم منفصل اس مجموعہ سے وہ نسبت ہے جو اس مجموعہ کے اجزا کو اس مجموعہ کے اجزا سے اور اہل فہم جانتے ہیں کہ یہ تاویل نہیں کر دیگا بلکہ تشبیہ مفرد کو مرکب بنا لیگا بلکہ یوں کہیے کہ بتاویل مفرد بنا لیتے ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ جملہ بتاویل مفرد ہو سکتا ہے پر مفرد میں یہ بات ممکن نہیں سو کیوں نہیں وجہ اسکی یہی ہے کہ کثیر حقیقی کو تو بوسیلہ ہیئت اجتماعی احد بنا سکتے ہیں پر واحد حقیقی کو کسی طرح کثیر حقیقی نہیں بنا سکتے سو یہاں دیکھ لیجئے کہ کیا ہے واحد حقیقی ہے یا کثیر حقیقی سو عدد میں عدد منتہی نہ سعدد میں اور باعتبار ہیئت اجتماعی وحدت ہو بھی تو وہ مقصود بالذات بالارادہ نہیں البتہ عنوان تشبیہ اور عنوان تشبیہ کہیے ورنہ اول تو من الارض مثلہن فرماتے سبع ارضین فرماتے جس میں لفظ کم ہو جاتے معنی واضح ہو جاتے کنایہ سے بہر حال صراحت میں زیادہ وضاحت ہوتی ہے باقی اس لفظ میں کوئی اور خوبی زیادہ نہیں سوا اللہ فی عدد اسبع مقصود نہیں جو یوں ہی کہیے کہ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ سوا مخالفت فی العدد کہیے تو کلام از قبیل المعنی فی بطن الشاعر ہو جائے ذات وصفات کی بحث نہیں کہ الفاظ مستعملہ میں سے سوا اس لفظ کے ادا اسی مقصود میں کام نہ دے ہاں اگر مساوات فی المعانی ہوتے تو البتہ یہ محل اس لفظ کے لیے بہت عمدہ تھا دوسرے یہ تشبیہ نسبت دعلاوہ اسکے اور جتنا میں اور جتنی تشبیہیں جو مذکور ہو چکی اس طرح سے ہر گز برابر راست نہ آتیں بالجملہ یہاں تشبیہ نسبت مقصود بالذات ہے اور ظاہر ہے کہ تشبیہ نسبت میں مشابہت اور مناسبت طرفین علاوہ نسبت مذکورہ ہر گز ضرور نہیں بلکہ ممکن ہے کہ غایت درجہ کا بون بعید ہو یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی ان نسبتوں کو جو مخلوق کیساتھ حاصل ہیں ان نسبتوں کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے جو مخلوق کو مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے مثلاً فرماتے ہیں ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِنْ أَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُمْ مِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ یا فرماتے ہیں اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ

اور یہی محال یا دشوار ہے تو بھی کی وجہ سے اطلاق مماثلت سماوات و ارض میں متماثل ہونے بطور مساوات
میں سے ... الارض بجمیع الوجوہ ہے اور یہ فرق ایسا ہے جیسا ملائکہ زمین و ملائکہ سماوات یا ملائکہ جنت و ملائکہ دوزخ
و ملائکہ معینہ قبض ارواح و ملائکہ معینہ قبض ... بہرحال اس تناسب کی تصحیح کے لئے کافی ہے واللہ اعلم
بحقیقۃ الحال جب ان امور کی وضاحت سے فراغت پائی تو مناسب یوں ہے کہ پھر اصل مطلب کی
رجوع کیجئے ناظران اوراق اب یہ بات سمجھ گئے ہیں کہ تشبیہ مضمون آیہ اللہ الذی خلق سبع
سموات ومن الارض مثلہن جیسا بعض آثار سے تشبیہ نسبت ہے تشبیہ فرد نہیں جو مساوات ... لازم ... وانبیا
لازم آئے تو یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ اگر یہ تشبیہ یوں کہا جائے کہ فرد کامل فلک ہفتم
اور باقی افلاک مذکورہ کے ساتھ وہ نسبت ہے جو فرد کامل فلک ششم کو ... کے ساتھ یا فرد کامل
زمین یعنی خاتم النبیین صلعم کو فرد کامل زمین دوم سے اسی طرح تشبیہ دیں اور مراد یہ ہو کہ آپ کو
حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسی حضرت عیسی علیہم السلام کے ساتھ مثلا وہ نسبت ہے
جو فرد کامل زمین دوم کو حضرت آدم وغیرہم علیہم السلام کے مقابل کے افراد زمین دوم کے ساتھ ہو
اسی طرح اور افلاک اور اراضی باقیہ میں سمجھو تو محبان نبوی جو فہم خداداد بھی رکھتے ہیں متامل تو
کیا ہوں گے برضا و رغبت اس مضمون کو قبول کریں گے کیونکہ قطع نظر اثبات حسن انتظام خداوندی
اور دلالت آیہ اللہ الذی خلق سبع سموات الخ اس صورت میں عظمت شان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
کس قدر بڑھ جاتی ہے اگر ہفت زمین کو بطور مذکورہ بترتیب فوق و تحت مانئے تو پھر عظمت شان محمدی کی یہ نسبت
اس قدر عظمت ہے کہ جو بصورت تسلیم اراضی ہفت گانہ بطور مذکورہ ... معلوم ہو جائیگی
ظاہر ہے کہ بادشاہ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جس میں ... فرود ہے
تو یوں کہو اسکی عظمت کے حصہ ... فقط ایک ہی پر قناعت کی ... ایک امر
اضافی ہے بے مضاف الیہ متحقق نہیں ہو سکتا ہو جس قدر اسکے مضاف الیہ ہوں گے اسی قدر فوقیت کی
افزائش ہوگی بیشک ... ایک امر اضافی ہے ... کی افزائش ... اسکی ترقی
اور عظمت موقوف ہے مگر ان کو بھی نادان ان کل کے ... کو دیکھ کر ... کہیں ... دیکھ کر ...

تو سب بے تکلف ثواب ہیں ایسے ہی آنحضرت صلعم کی خاتمیت اور انبیاء کی محتاج نہیں جو انکی
نفی اور افضلیت کے لیے نبیوں کی تکثیر کی ضرورت ہو بلکہ کوئی نادان یا کوئی منافق اسکی
قول کی تسلیم میں متامل ہو تو اہل فہم اور اہل محبت کو تو تامل نہیں ہو سکتا ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی
کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں بلکہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس قسم کے استنباط
بات کے حق میں مفید یقین نہیں ہو سکتے احتمال خطا باقی رہتا ہے البتہ تصریحات قطعی الثبوت
ہوں تو تکلیف مذکور اور تکفیر مسطور بجا ہے مگر یہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں پہنچیں بلکہ
اسناد ہی صحیح ہے کسی حدیث متواتر میں البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رض سے ایک اثر منقول ہے
جو درجہ تواتر تک نہیں پہونچا نہ اس کے مضمون پر اجماع منعقد ہوا اس لیے تکلیف اعتقاد
اور تکفیر منکران تو مناسب نہیں ہے ایسے اثار کا انکار خصوصاً جبکہ اشارت کلام ربانی بھی اسی طرف
ہو خالی از شناعت نہیں بلکہ ایسی باتوں کا منکر ہو اہل سنت وجماعت تو نہیں کیونکہ ائمہ حدیث نے
اوسکی تصحیح کی ہے اور جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقی تو اونہوں نے صحیح کہہ کے
شاذ کہا ہے اور اس طرح سے شذوذ کچھ منافی صحت نہیں سمجھا جاتا کما قال السید الشریف
فی رسالته فی اصول الحدیث وقال الشافعی الشاذ ما رواه الثقة مخالفا لما رواه الناس قال ابن الصلاح وفیه
تفصیل فان خالف مفرده احفظ منه واضبط فشاذ مردود وان لم یخالف وهو عدل ضابط فصحیح وان
رواه غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجة الضابط فحسن وان بعد فمنکر اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو
معنی ہیں ایک تو یہ کہ روایۃ ثقہ مخالف روایت ثقات ہو دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ثقہ
ہو سو یہاں معنی اخیر بجملہ اقسام صحیح ہے نہ ضد صحیح چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں
قال الشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی فی رسالة اصول الحدیث التی طبعها مولانا احمد علی فی اول المشکوة
المطبوع بعض الناس یفسرون الشاذة بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفته للثقات کما سبق ویقولون صحیح
شاذ وصحیح غیر شاذ فالشذوذ بهذا المعنی ایضا لا ینافی الصحة کالغرابة والذی یذکر فی مقام الطعن هو مخالف الثقات
یہ عبارت بعینہ وہی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکا نہ کھائیں

اور یہ نہ سمجھیں کہ یہ اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیونکر ہو سکتا ہے وجہ شذوذ تو قادح صحت ہو
بمعنی مخالف ثقات ہے چنانچہ سید شریف کے رسالہ مذکور میں تعریف صحیح یہ بیان فرمائی ہے هو
ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله وسلم عن شذوذ وعلة ونعني بالمتصل ما لم يكن مقطوعا
باي وجه كان وبالعدل من لم يكن مستور العدالة الضابط من يكون حافظا متيقظا وبالشذوذ
ما يرويه الثقة مخالفا لما رواه الناس والعلة ما فيه اسباب خفية قادحة اس تعریف سے اہل علم پر واضح ہو گیا
ہوگا کہ شذوذ سے بھی مخالفت ثقات مراد نہیں کیونکہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات صحت کے منافی
شذوذ بمعنی مخالفت ہو وہ صحیح نہیں ہو سکتی یا ہاں مخالفت بوجہ مخالفت کا شذوذ ہی اثر مذکور
حضرت عبد اللہ بن عباس کی مخالف تھا تو ہاں خاتم النبیین کے معنی متبادر اول ہوتے
اور حضرت کی خاتم النبیین ہونے کے بعد معنی اثر مذکور ... کا اثر مذکور ... بھی
خاتم النبیین کے مخالف بلکہ اثر مذکور کا غلط ہونا البتہ بوجہ خاتمیت ہیں ... ہے اور کیونکر نہ ہو درصورت
انکار اثر معلوم خاتمیت کے سات حصوں میں سے ایک ہی حصہ باقی رہ جاتا ہے اس صورت میں
تعظیم و محبت نبوی سے یہ تو قبیح ہے کہ جیسا اس اثر کا انکار کرتے تھے اب اتنا ہی اقرار کریں
اگر اس سے بھی بڑھ کر انکار میں تو تکذیب رسول اللہ صلعم کا کھٹکا بھی تھا اقرار میں تو کچھ اندیشہ ہی
نہیں بلکہ سات زمینوں کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اوپر نیچے اسی طرح اور زمینیں تسلیم کریں تو میں
ضامن ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار میں کچھ دقت نہ ہوگی نہ کسی آیہ کا تعارض نہ کسی حدیث
سے معارضہ ہاں اثر معلوم اس میں سات سے زیادہ کی نفی نہیں موجب انکار اثر مذکور ہو
تصحیح اہل حدیث یہ جرأت ہو تو اقرار راضی زیادہ ... میں تو کچھ ڈر ہی نہیں علاوہ بریں بوجہ
خاتمیت زمانی انکار اثر مذکور میں قدر نبوی صلعم میں کچھ افزائش نہیں ظاہر ہے کہ اگر ایک شہر آباد
ہو اور اس کا ایک شخص حاکم ہو یا سب میں افضل تو اسکے بعد اس شہر کی برابر دوسرا ویسا
ہی شہر آباد کیا جائے اور اوس میں بھی ایسا ہی ایک حاکم ہو یا سب میں افضل تو اس شہر
کی آبادی اور اس کے حاکم کی حکومت یا اوس کے فرد افضل کی افضلیت سے حاکم یا افضل شہر

اول کی محکومیت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائیگی اور اگر بصورت تسلیم اور مرتبہ ہوں تو یہ
وہاں کے آدم و نوح و ابراہیم علیہم السلام یہاں کے آدم و نوح علیہم السلام وغیرہم سے رتبہ
میں ہوں تو باوجود مماثلت کلی بھی آپ کی خاتمیت زمانی سے انکار نہ ہو سکیگا ہاں اگر
کا مطلب سے ... ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت
لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلعم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق
میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر
آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض
بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ
جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے بالجملہ
ثبوت اثر مذکور دونوں طرح خاتمیت کا معارض نہیں مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائے کہ
یہ اثر شاذ یعنی مخالف روایات ثقات ہو اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ سبب شذوذ مکرر ان
اور اس اثر میں کوئی علت قادحہ بھی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام
بیہقی کا اس اثر کی نسبت صحیح کہنا ہی اسبات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علت قادحہ خفیہ
قادح فی الصحۃ نہیں دوسرے شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملہ خاتم النبیین ہے اور علت
خفی شدید بھی تھی اگر بعد کوئی آیۃ یا حدیث ایسی ہی ہوتی جس سے مماثلت کم یا دو رتبہ کا
ہونا یا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا نہ ہونا ثابت ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ وجہ شذوذ یہ ہے مگر جبتک
نہ کسی نے ایسی آیۃ و حدیث سنی نہ مضمون سے پیش کی علی ہذا القیاس مضمون علت قادحہ کو
خیال فرمائیے جبتک سوا مخالفت مضمون مذکور کسی سے کوئی وجہ قادح فی الاثر المذکور پیش
نہیں کی اور فقط احتمال بے دلیل اس باب میں کافی نہیں ورنہ بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی آسا
ن سے نا قابل عمل ہو جائینگی اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ نادلیل کہ یہ اثر ...
سے ... ہو یا انبیاء ... ماتحت سے متعلقان احکام جن ... ہرگز قابل التفات نہیں

بہر حال اس کو کیا ہے جو کہ باعث تاویلات مذکورہ عقلا بھی مخالفت نہ تھی جب مخالفت بھی نہیں
تو پھر معنی کہنا کیوں بیجے جیسے مدلول معنی مطابقی سے کچھ علاقہ ہی نہیں بالفرض
یہی بات ہے کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئیگی
وہ نہیں تو کوئی ایسے خیال میں ہے کہ بڑوں کی بات فقط از راہ بے ادبی نہیں مانتے
لیجئے کوئی اگر ایسا سمجھیں تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں نقصان شان اور
عظمت بے شک نہیں اور اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی
شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی
بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا گاہ باشد کہ کودک نادان بغلط بر ہدف زند تیرے
ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات ہم سے پہلے کسی نے نہیں کہی وہ نہ مانے
تو یہ انکار اور وہ پیروی باتیں ہیں تو مطلع نظر ایسے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ بات بہت بعید ہے ویسے بھی اپنی عقل و فہم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے بہر حال یہ اثر
اگرچہ بظاہر موقوف ہے مگر باعتبار معنی مرفوع ہے اس لئے کہ صحابی کا بطور جزم ان امور کا بیان کرنا
جن میں عقل کو دخل نہ ہو اہل حدیث کے نزدیک مرفوع ہوتا ہے وجہ اس کی یہی ہے کہ صحابہ سب کے
سب عدول اور مجتہد ہیں اول درجے کے متقی ہیں یہ ہرگز کسی سے ایسی باتیں
نہیں ہو سکتی پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ عمداً جھوٹ بولیں اور وہ بھی دین کے مقصود میں ہاں
ان احتمال جیسا کہ استنباط میں ہوا کرتا ہے ایسی باتوں میں جن میں عقل کو مداخلت ہی نہ دیدیا
ان سے ممکن ہو بلکہ واقع اور ان سے کیا تمام کا یہ بات منقول ہو مگر اثر مذکور کا بطور
جزم ہونا اور مضمون مذکور کا عقلیات میں سے نہ ہونا ظاہر و باہر ہے سو حسب اثر مذکور مرفوع
ہوا اور سند اس کی صحیح آ چکی مذکور اس کی صحت محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف
اہل حسن انتظام جو مرفوع تمام مشہور ہے پھر شاہ فطرت قدرت پھیر دال پھر بھی انکار کیا جائے
تو پھر اس کو کیا کہا جائے کہ اشکال وہ فقط خوارج و اہل اعتزال ایسی باتیں کیا کرتے ہیں

اس فرقہ نے بھی بوجہ قصور فہم آیات دالہ رویت و تقدیر متعلق افعال میں تاویلیں کیں
اور احادیث مصرحہ مضامین مذکورہ کو تسلیم نہ کیا بلکہ تکذیب سے پیش آئے سو جیسے آیات
مذکورہ کی تاویلوں اور احادیث مذکورہ کی تکذیبوں کے باعث اہل حق نے انکو دائرہ اہل سنت
وجماعت سے خارج سمجھا ایسے ہی منکر اثر مذکور کو بھی سمجھنا چاہیے اتنا فرق ہی کہ احادیث رویت
وغیرہ اثر مذکور سے صحت میں قوی نہیں اور آیات مذکورہ دلالۃ مذکورہ میں آیۃ اللہ الذی خلق سبع
سموات سے جو اطلاق مماثلت پر دلالت کرتی ہو زیادہ اس لیے وہ بڑے بدعتی ہوں گے
یہ چھوٹے مگر چونکہ مادی ہونا دونوں کا معلوم خاص کر جب یہ دیکھا جاوے کہ آیات رویت کی دلالت آیۃ
کی دلالت سے زیادہ واضح اور احادیث رویت وغیرہ کی صحت اثر مذکور کی صحت سے زیادہ قوی تو گیا اور جب
یہ فرق اس طرح ہے تو مزاحمت خیالات عقلی میں تعداد شرہا یعنی رویت وغیرہ کے تسلیم کرنے سے بظاہر قوی تر
دلائل مانع ہیں اور یہاں میں آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام کے تسلیم کرنے سے کوئی دلیل
مانع نہیں باقی خیالات اہل ہیئت اگر مزاحم تصدیق اصل اور انھی ہفت گانہ ہو جو جانبکہ وجود
انبیاء مذکورین تو اول تو اسباب میں تنہا اثر مذکور ہی نہیں بلکہ آیۃ مذکورہ اس باب میں قریب
نص کے ہے دوسری وہ حدیث جو بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مشکوۃ بلفظہ او بمنقول ہو چکی اسکی
معاضد اور خیالات اہل ہیئت ظنی خود اہل ہیئت انکے ظنی ہونیکے قائل اور انکی دلائل
کافی ہونا ظاہر سو اگر کسی ذہن کو یہ وہم دامنگیر بھی ہو کہ اس صورت میں افلاک باہم متصل نہ
رہیں گے مرکز زمین مرکز عالم پر منطبق نہ رہے گا تو اس کو اتنا کہہ دینا چاہیے کہ وہ خیالات
جو ہزار طرح سے صحیح ہو سکتے ہیں انہیں احتمالات پر جو مذکور ہوئے موقوف نہیں معارض
قول مخبر صادق نہیں ہو سکتے اگر اطمینان منظور ہے تو دیکھ لیجیے بطلیموسی کیا کہتے ہیں اور
فیثاغورسے کیا یونانی کیا کہتے ہیں اور انگریز کیا بایں ہمہ حساب طلوع و غروب و خسوف
و کسوف و صیف و شتا وغیرہ سب برابر صحیح جب باہم اہل ہیئت ہی میں یہ اختلاف ہے اور
مقصود برابر حاصل تو پھر ان خیالات کے بھروسے انکار اقوال مخبر صادق کرنا نہایت نازیبا

اہل ہیئت بجمد شمس و قمر وغیرہ کو متحرک مانتے ہیں اور زمین کو ساکن مگر بضرورت تصحیح
حساب حرکات اکثر افلاک میں خارج المرکز مانتے ہیں اور جو برعکس کہتے ہیں وہ زمین
مدار کو بیضوی کہتے ہیں سو اگر باعتماد شارع مخبر صادق زمین کو خارج المرکز کہہ دیا تو کیا گناہ ہے
اس طرف خارج المرکز مانئے اور اس طرف خروج مرکز مان لیجئے تو مدعا ضم بعض مقدمات جیب کے
تصحیح حساب انکو ممکن ہے سا فرق ہو کسی سے یوں ہی اٹکل سے تیر چلانے کسی نے دیکھنے والوں
کی زبانی کہا غیرہ یہ بات در صورت اثر مذکور کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں فی کل ارض
آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسیٰ کعیسیٰکم ونبی کنبیکم ۔ جملہ اخیر سے صاف یوں ہی
ہے کہ تشبیہ فی التسمیہ مراد نہیں تشبیہ فی المرتبہ مراد ہے سو آدم کآدمکم کو نام لیکر تشبیہ دی ایسی ہے
جیسے عربی میں کہا کرتے ہیں لکل فرعون موسیٰ یا اردو میں کہتے ہیں فلانے کا باوا آدم ہی نرالا
ہے غرض جیسے یہاں نام مذکور ہے اور غرض مرتبہ و مقام ہے ایسے ہی اثر مذکور میں
بھی خیال فرمائیے کہ تشبیہ فی المرتبہ یعنی فی النسبۃ مراد ہے فقط تشبیہ فی التسمیہ مراد نہیں
ہاں کمال مماثلت اس بات کو مقتضی ہے کہ وہاں بھی یہی نام ہوں اور شاید یہی وجہ ہے کہ نام
کو ذکر کیا غرض جملہ اخیرہ میں تشبیہ فی النبوۃ ذکر اور پہلے جملوں میں اسماء کا ذکر کر کے شاید
اس جانب اشارہ کیا ہو کہ جیسے مقامات افراد ارض سافلہ مقامات افراد ارض عالیہ ہیں ایسے
ہی توافق فی الاسم بھی ہے جب تمام ان مضامین سے فراغت حاصل ہوئی اور بحمد اللہ تمام شکوک
اوہام کا استیصال کلی ہو گیا تو لازم یوں ہے کہ توضیح تشبیہ نبی کنبیکم ایسی طرح کیجئے
جس سے رسول اللہ صلعم کی افضلیت اور ارض سافلہ کے خاتم کی آپ کے ساتھ ثابت
دونوں مدعا ایسی طرح ثابت ہو جائیں کہ پھر کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہے اور نیز یہ اشکال بھی
مرتفع ہو جائے کہ مماثلت فی النسبت کا آیۃ اللہ الذی خلق میں مراد ہونا تو مسلم وجوہ مذکورہ بالا اسبابات
کے اثبات کیلئے کافی ہے اثر میں اس تشبیہ کو جو اول سے آخر تک موجود ہے تشبیہ فی النسبۃ
کہنا بظاہر مخالف ظاہر ہے یہاں تو تشبیہ مفرد کہئے تو بجائے تشبیہ فی النسبۃ کہیں گے تو دی

تشبیہ مرکب لازم آئیگی بالجملہ لغرض توضیح مشارالیہا و دفع شبہہ مسطورہ یہ تقریر اول ہی کچھ قطع نظر
بجا ہے فہم وانصاف سے تو بعد اقرار حق کا خواستگار ہے سمجھئے نبوت وہ کمال ہے جو مثل جمال
ہو گو کسی پر موقوف ہے حدیث الرؤیا جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ سب ہی کو یاد ہوگی
بخاری وغیرہ صحاح میں موجود ہے دیکھئے اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ کمال نبوت کوئی
امر بسیط نہیں سو جیسے جمال جملہ اعضا ضروریہ کے مجتمع ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے ایسے ہی
کمال نبوت بھی تمام کمالات ضروریہ کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہے مگر جیسے تناسب جمال
کا کوئی ایک قاعدہ نہیں ہر حسین میں ایک جدا ہی تناسب ہے علی ہذا القیاس تناسب کمالات
نبوت بھی ایک ہی انداز پر نہیں ہوتا کہیں کوئی تناسب ہوتا ہے کہیں کوئی سو اگر دو نبیوں
کے کمالات میں ایک ہی تناسب ہو تو ایک کی نبوت دوسرے کی نبوت کے مماثل ہوگی
نہیں تو نہیں مگر جیسے اس عالم میں دو جمال ایک تناسب کے نظر نہیں آتے اگرچہ فی حد ذاتہ
ممکن ہو ایسے ہی دو کمال نبوت بھی ایک تناسب کے عالم میں معلوم نہیں ہوتے ہاں جیسے
آئینہ میں عکس جمال کا تناسب بھی وہی ہوتا ہے جو اصل جمال کا تناسب ایسے ہی عکوس کمال
نبوت کا تناسب بھی وہی ہوگا جو اصل کمال کا تناسب ہے اگر کہیں فرق پڑیگا تو آئینہ ماہیت
معروض کی وجہ سے فرق پڑے گا جیسے تناسب عکس جمال میں آئینہ کی وجہ سے کہیں فرق
پڑ جاتا ہے یعنی کہیں عکس مذکور اس تناسب پر معلوم نہیں ہوتا جو اصل میں ہوتا ہے بلکہ اس کی
نسبت لمبا یا موٹا یا چوڑا نظر آنے لگتا ہے علی ہذا القیاس آئینہ بے رنگ میں جیسے عکس ہر رنگ اصل
ہوتا ہے اور آئینہ سرخ و سبز میں عکس ہر رنگ اصل نہیں رہتا بلکہ الوان آئینہ کی آمیزش ہو جاتی ہے
ایسے ہی کیفیات عکوس نبوت میں اگر فرق پڑے گا تو اس کا باعث کوئی کیفیت خاصہ آئینہ
معروض نبوت ہوگا جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو آگے سنیئے تحریر متعلق معنی خاتم النبیین
سے یہ بات تو بھی اہل فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ موصوف بوصف نبوت بالذات تو ہمارے
رسول اللہ صلعم ہی ہیں باقی اور انبیاء میں اگر کمال نبوت آیا ہے تو جناب محمد آپ صلعم ہی

اُسی طرف سے آیا ہے غرض یا یوں کہئے کہ ہر نبی کی روح انکی امتیوں کی ارواح کیلئے معدن اور اصل
ہوتی ہے چنانچہ تقریر متعلق آیۃ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم میں اسکے تامل کیجئے تو اسپر شاہد ہی
یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اور انبیا رسول اللہ صلعم سے فیض لیکر امتیوں کو پہونچاتے ہیں غرض بیچ میں
واسطہ فیض ہیں مستقل بالذات نہیں مگر یہ بات بعینہ ویسی ہے جیسے آئینہ کی نور افشانی میں ہوتی ہے غرض
جیسے آئینہ آفتاب اور اس دھوپ میں واسطہ ہوتا ہے جو اسکے وسیلہ سے کسی موضع میں پیدا ہوتی ہے
جو مقابل آفتاب نہیں ہوتی پر آئینہ مقابل آفتاب کے مقابل ہوتی ہیں ایسے ہی انبیاء باقی بھی
مثل آئینہ بیچ میں واسطہ فیض ہیں غرض اور انبیا میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی
نہیں پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب سے ہے جو جمال کمال محمدی میں تھا او کسی نبی میں بوجہ معلوم
وہ تناسب نہیں رہا ہو جہاں کہیں نبی کی تشبیہ فرمایا ہے اس میں بقا تناسب کی جانب اشارہ ہے جو لا نبی
بعدی اور خاتم النبیین اور تشبیہ مندرجہ حدیث مذکور سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اور نبیوں میں عکوس محمدی صلعم
بھی تناسب کے ساتھ ہیں اور مفہوم تناسب اس تشبیہ کا تشبیہ فی النسبۃ ہونا بھی ظاہر ہو گیا یعنی
کمالات اصل میں جو تشبیہ تھی وہی نسبت کمالات عکوس میں بھی ملحوظ ہے اس صورت میں اگر اصل
اور ظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر ہی رہیگی اور اگر یوں
کہیے مشبہ بہ ذات محمدی ہے اور مشبہ فرادی فرادی ہر نبی کی ذات اس لیے اس تشبیہ کو تشبیہ مفرق کہنا چاہیے
تو یہ بات ہماری طرف سے بھی مسلّم مگر بہر حال مشبہ اور مشبہ بہ کو واحد کہو یا متعدد وجہ شبہ تناسب
داخلی یعنی تناسب مابین الکمالات اور تناسب خارجی یعنی تناسب بین الانبیاء دونوں ہی کو کہنا
پڑیگا تاکہ اطلاق تشبیہ ہاتھ سے نجائے اور افضلیت محمدی کے لیے یہ وجہ اور ہاتھ آجائے کہ
جیسے آئینوں میں عکس زمین کی دھوپ عکس آفتاب کا عکس ہے اور اس وجہ سے آفتاب ہی کی
طرف منسوب ہوتی جاتی ہے ایسے ہی اور نبیوں کے امتیوں کے فیوض خواہ ارواح انبیا ہوں
یا ارواح امت ان کے کمال ہوں یا ان کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہونگے ان تمام
مضامین کے مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی ہوگی کہ بصورت تسلیم اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ

[illegible]

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] امکان خاص [illegible]

[illegible] امکان [illegible] الا اللہ [illegible]

[illegible] ممکن [illegible] واجب [illegible]

[illegible]

نہیں سو قابل ہو گا ہاں فہم ہی نہو تو پھر انکا کچھ قصور نہیں سو اور مفہومات تو ان دونوں قیدونسے
مبرّا ہیں اور مفہوم امکان میں یہ قیدیں ماخوذ ہیں خدائی کا مفاد تو موجودیت بالذات ہے اور
امکان کا مفاد موجودیت بالعرض اور نبوت اور رسالت میں ظاہر ہے کہ یہ بات مفقود ہے بلکہ مفہوم
خدائی اور امکان چونکہ مفہوم اضافی نہیں تو یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ کہیں خدائی اور امکان
مطلق ہو اور کہیں بالاضافت ہاں خاتمیت چونکہ مفہوم اضافی ہے تو یہ فرق اطلاق اور اضافت
یہاں جاری ہو سکتا ہے باقی اسکا اضافی ہونا اور انکا اضافی نہونا سب ہی جانتے ہوں گے میں
اُس سے قلم گھساؤں ہاں یہ بات قابل گذارش ہے کہ امکان میں چونکہ وصف بالعرض ماخوذ ہے اور
اُس کے حق میں منجملہ ذاتیات ہے تو یہاں بھی باوجودیکہ مفہوم بالعرض ماخوذ ہے بالذات ہی میں گنجایش
رہا کیونکہ امکان مجموعہ موجودیت بالعرض کا نام ہے سو کسی صاحب کو یہ شبہ نہ پڑے کہ یہاں تو امکان
بالعرض ہونا چاہیئے تھا بالذات کیوں ہوا ہاں مفہوم موجودیت کو دیکھیں تو البتہ یہی حساب ہے
اور ظاہر ہے کہ ممکنات موجود فی الخارج ہوں یا مرتبہ اعیان ثابتہ میں انکو تحقق ہو دونوں جا موجود بالعرض
ہیں بالذات نہیں کیونکہ یہاں وجود خارجی کما اوصاف انتزاعیہ میں سے ہیں اور وہاں وجود
باطنی کے اوصاف انتزاعیہ میں سے اور سب جانتے ہیں کہ اوصاف انتزاعیہ موجود بوجود منشا
ہوتے ہیں جس سے موجودیت بالعرض نکلتی ہے موجود بالذات نہیں ہوتی واللہ اعلم و علمہ اتم
واحکم بعد اس تفصیل کے بطور خلاصہ تقریر مذکورہ دلائل یہ عرض ہے کہ ہر زمین میں اُس زمین کے
انبیا کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول عالم ان سب کے خاتم آپ کو ان کے ساتھ وہ نسبت ہے
جو بادشاہ ہفت اقلیم کو بادشاہان اقالیم خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت
اُس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے اُسکو بادشاہ کہا آخر بادشاہ وہی
ہوتا ہے جو سب کا حاکم ہوتا ہے ایسے ہی ہر زمین کی حکومت نبوت اُس زمین کے خاتم پر ختم ہو جاتی ہے
پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے پر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین
کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع بعینہ بادشاہ ہفت اقلیم کی عزت اور

عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے سمجھیں تو دیکھیے ہو اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی
بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ صلعم کی عزت اور
عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے سمجھیں تو دیکھیے ہو اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان
اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ صلعم کی عزت اور عظمت فقط اس
زمین کے انبیا کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جا سکتی جتنی خاتمین الارضین سافلہ کے خاتم ہونے
سے سمجھی جاتی ہے مگر تعجب آتا ہے آجکل کے مسلمانوں سے کہ کس تشدد سے اور خاتموں بلکہ
خود زمینوں سے انکار کرتے ہیں تیسرا سننے والوں پر کفر کے فتوے دیتے ہیں یا تتبع ہونے کا
کرتے ہیں یہ وہی مثل ہوئی کہ نکٹوں نے ناک والوں کو نکو کہا تھا خلاصہ نکٹوں خاطر مسکرین یہی
صورت میں یہ ہو گا کہ رسول اللہ صلعم کو اتنا عظیم الشان سمجھو کافر ہو جاؤ گے رسول اللہ صلعم
سے اتنی محبت کرو گے مجرم بن جاؤ گے ہو گر یہی کفر و اسلام اور یہی بدعت و سنت ہے تو اس اسلام
سے کفر بہتر اور اس سنت سے بدعت افضل امام شافعی نے ان لوگوں کے مقابلہ میں جو محبت اہل
بیت کو رفض سمجھتے تھے یوں فرمایا تھا شعر ان کان رفضا حب آل محمد ۔ فلیشہد الثقلان انی رافضی
ہم ان صاحبوں کے مقابلہ میں جو رسول اللہ صلعم کی اعتقاد از دیاد تو درست کہ ان کے خیال سے
سات گنی ہو جاسے یہ برا مانتے ہیں کہ خاتمین اور زیادہ قدر کو کافر یا خارج از مذہب اہل سنت سمجھتے
ہیں اسی شعر کو بدل کر یوں ان پر پڑھتے ہیں ۔ ان کان کفرا حب قدر محمد ۔ فلیشہد الثقلان انی کافر
یہ تو خلاصہ مطلب ہے اب خلاصہ دلائل بھی سنئے کہ دربارہ وصف نبوت فقط اسی زمین کے
انبیا علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح مستفید و مستفیض ہیں
جیسے آفتاب سے قمر و کواکب باقیہ بلکہ دور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید
و مستفیض ہیں گو یہ بات ساتوں زمینوں کے ہونے اور ہر زمین میں انبیا کے ہونے پر اور دیگر ان انبیا
کے وصف نبوت میں معروض اور آپ کے واسطے فی الوصف ہونے پر موقوف ہے جب تک
بات ثابت نہ ہو تب تک ثبوت مطلب مقصود نہیں سو ساتوں زمین کے ہونے پر ایک تو آیۂ اللہ الذی

خلق سبع سموات دوسرے حدیث مسطور ایک جسکو من اولہ الی آخرہ نقل کر چکا ہوں اور جب
خصوصاً موافق ہیں وحدیث اسباب میں اُن تقریروں کا قول جنہوں نے سبع ارضین سے سبع اقالیم
مراد لی ہیں یا ہفت طبقات زمین واحد تجویز کئے ہیں معتبر نہیں ہوسکتا خاصکر اہل فہم کے نزدیک
کیونکہ آیہ مذکورہ بھی بعد سموات و حدیث مسطور بعد اطوار اراضی پر اور وہ بھی بقدر غنبت ایسی صاف
دلالت کرتی ہی جیسے آسمانوں کے سات ہونے پر لفظ سبع سموات جیسے سبع سموات کے معنی میں
کسی نے یہ نہیں کہا کہ سات تکڑے ہیں یا سات درجے مثلاً یا سات طبقے ایک آسمان کے ہیں ایسے ہی
یہاں یہ خیال باطل نہ آنا چاہیے اور ہر زمین میں انبیاء ہونے کی دلیل بھی قطع نظر اس ثبوت
کے جو اوپر مرقوم ہوا بشرط فہم مضمون سابق ایک آیہ ہو اور ایک حدیث آیہ تو یہی اللّٰہ الذی خلق
سبع سموات ومن الارض مثلهن یتنزل الامر بینهن اور حدیث وہ اثر حضرت عبد اللہ بن عباس
جسکی طرف اوپر اشارہ گذرا دلالت اثر تو ظاہر ہے پر دلالت آیہ میں البتہ اتنی تفصیل نہیں سو یہ اسی
پر کیا موقوف ہو اکثر آیات اسی طرح اپنے مطالب پر دلالت کرتے ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ ما قل ودل کو خیر
جیسا کہتے ہیں واضح یا ما قل ودل خیر مما کثر واملّ سو کلام ربانی میں یہی ہے کہ الفاظ قلیل اور معانی کثیر
لیکن فہم ہر کو تفاوت ہے پورا بیان مطالب کلام اللہ کے الفاظ میں ہوتا ہے و ثانیاً اور الفاظ اور بیانات تو کجا خود الفاظ
بھی نہیں پر تھوڑے سے الفاظ میں مطالب کثیرہ جو مجتمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے جدا
الفاظ جدی نہیں ہوتے یعنی ہر ایک مطلب کیلئے جدا لفظ نہیں ہوتا اسلئے ہم سے جاہلوں کو بہا
اوقات معلوم نہیں ہوتی ہاں بدلالت صحیح جو احادیث متعلقہ نبوی صلعم ہیں البتہ بڑے بڑے
مطالب تھوڑے تھوڑے الفاظ سے نکل آتے ہیں غرض احادیث نبوی صلعم قرآن کی اول تفسیر
ہی اور کیوں نہو کلام اللہ کی شان میں خود فرماتے ہیں ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء
جب کلام اللہ میں سب کچھ ہوا یعنی ہر چیز بالاجمال مذکور ہوئی تو اب احادیث میں بجز تفسیر قرآنی اور
کیا ہوگا اور یہی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر قرآن دان بھی کوئی نہیں ہوا
اس صورت میں جو کچھ رسول اللہ صلعم نے فرمایا وہی صحیح ہوگا اگر آپکی طرف کوئی قول منسوب ہو

اور عقل کے مخالف ہو تو گویا باعتبار سند اتنا قوی نہو جیسے ہو اگر ثقہ ہیں تب بھی اور معتبرون کے
مقابلون سے تو زیادہ ہی سمجھنا چاہیے اسلیے کہ قول غیر نبی کی سند بھی تو اس درجہ کی نہین کہین
کسی نے سمجھا ہی نہم کا چندان اعتبار نہیں ہو سکتا ہو کہ ان سے خطا ہوئی ہو تسپر پھر جب باعتبار سند بھی
برابر ہوئی اور ایک کا قول پہ دوسرا کسی دوسرے کا تو بیشک پہلے ہی کا قول مقدم سمجھا جاویگا اور اگر سند
بھی حسب قانون اصول حدیث صحیح ہو تو پھر تو تامل کا کام ہی نہیں ہو دیکھیے لفظ یتنزل کے اگر یہ معنی
بیان کیے جائیں کہ نزول اوامر و نواہی در صورت نزول وحی ہوتا ہے اور اثر مذکور کو اسکی شرح کہی جاے
تو باین وجہ کہ باہمی مرفوع ہے اور باعتبار سند صحیح بیشک تسلیم ہی کرنا پڑیگا یہ قصہ ایسا ہو جائیگا
جیسے کسی اندھے کی آنکھ بنا کر اس سے پوچھیں آفتاب کہان ہے اور وہ ٹھیک بتلاوے اور آفتاب کو
دیکھکر اسکو ٹھیک آئی تو جیسے آفتاب کا اسکو پہچاننا اُس کی بینائی ہو جانے پر شاہد اور اُس کا بینا ہو جانا
آفتاب کے اُس جگہ ہونے پر ایسی ہی آیہ تو اثر مذکور کی مصدق ہے اور اثر مذکور آیہ کی مصدق اسپر مجکو ایک
نقل یاد آئی نقل حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو
برو ے مکاشفہ اُس نے یہ کہا کہ اپنی مان کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچہتر ہزار
بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یون سمجھکر کہ بعض روایتوں میں اسقدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں
اُس مرید کی ماں کو بخشدیا اور اسکو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپ نے
پھر سبب پوچھا اُسنے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اسپر یہ فرمایا کہ اس جوان
کے مکاشفہ کی صحت تو مجکو حدیث معلوم سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اسکے مکاشفہ سے ہو گئی سو ایسے
ہی یہان بھی سمجھیے کہ آیت مذکورہ تفسیر مشار الیہ تو اثر مذکور کی مؤید اور اثر مذکور تفسیر مذکور کے موافق البتہ جو یہ احتمال ہو کہ
نزول وحی ہوتا ہے پھر بینہن کی ضمیر یا تو فقط ارض مع مثلہن کی طرف راجع ہو گی اور بوجہ قرب اس طرف
زیادہ دھیان جاتا ہے یا سموات اور ارض مع مثلہن سب کی طرف بہرحال مطلب یہی ہوگا کہ نزول امر
بین السموات تو حدیث ترمذی سے جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں معلوم ہو چکا اور یہان اس آیہ اور اثر
سے معلوم ہوتا ہے اتنا ہے کہ اس نزول امر کو نبوت لازم ہے نہایت ما فی الباب لا کلام ہو حسب اصطلاح

ہی نہ کہو پر نبوت بھی نزول ہو اور بہر حال ثابت ہوا اور یہ بات پہلے ثابت ہو چکی کہ زمین سب میں نیچے ہے اور
اور زمینیں اور بیچ میں اسکے تلے واقع ہیں اور نزول اوپر سے کسی چیز کے آنیکو کہتے ہیں اس صورت میں نزول امر
اوپر سے ادھر کو ہوگا تا کہ مضمون بینہن متحقق ہو کیونکہ اگر نزول احکام الٰہی آراضی باقیہ میں بواسطہ حضرت
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہو اگر تا تو بصورتیکہ مرجع ضمیر جمع مذکور میں آراضی ہی داخل ہوں تو یوں
فرماتے بالکل ینزل الامر بینہن یا علیہن فرماتے واللہ اعلم باقی اگر یہ صحیح ہیں ہو وہ تاویلیں جیسے گرچہ
بدوں ہی قنا ورسکے لیتے ہیں کچھ وقت ہو مگر انصاف سے دیکھئے تو یہی حق بھی ہیں کہ ادھر سے ادھر کو
نزول سمجھا جاے اور وحی مذکور بواسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے کے انبیا کو اس طرح پہونچے
جیسے حکام کے احکام ماتحت زمان بالادست کے واسطے سے ماتحتان کو پہونچتے ہیں اور وہ مضمون حدیث
علمت علم الاولین والآخرین بھی چسپاں ہوا مخفی نہ رہے کہ اول آپکو وحی آئی اور پھر ان کے واسطے آگے پہنچی
اور یہ نہیں تو ویسی ہی پھر حصول جمیع علوم ہی کافی ہو یوں ہو یا جیسے علوم انبیاء زمین ما تحت کی ہوئے باقی رہا
انکا وصف نبوت میں واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہونا اور انبیاء ماتحت علیہم السلام کا بوجہ فیض کا
معروض اور موصوف بالعرض ہونا تو تحقیق بھی جاننے ہو تو وہ صفحہ کی طرح واسطہ کا معنی اور کہا ہوں آپکے
گذارش یہ ہے کہ مضامین سابقہ کو فرادی فرادی اگر دیکھئے تو عجب نہیں کہ بعضے بھی لائق تسلیم میں کچھ تردد ہو
جیسے ناسخون بعض حضرات کا خیال کہ اگر استدلالات مذکورہ فی حد ذاتہا باعتبار مکرر سے پیش آئیں پر اہل فہم
و فراست اور اہل حدس سے تو یوں امید ہے کہ جیسے اختلافات مشکلات کو دیکھکر اور ملاحظہ قرب بعد باہمی
مہاتاکر بیت ارض و سما کے سمجھتے ہیں کہ نور قمر نور آفتاب سے مستفید ہے ایسے ہی انکا مضامین مسطورہ فرق مراتب
انبیاء کو دیکھکر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابقین اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں
اور جیسے اختلافات مشکلات وغیرہ تنہا تنہا دلالت مطلوب میں کافی نہیں اس طرح مضامین مذکورہ فرادی فرادی
گو کسی بدفہم کو کافی نہ معلوم ہوں پر سب ملا کر یہ مضمون معلوم ہو جاتی تو دلالت ضرور کرتی ہیں جیسے اختلاف
مشکلات قمر وغیرہ استفادہ مذکورہ پر یوں کہئے جیسے بہت سے عوارض عامہ سے ملکر ایک خاصہ متعلق پیدا ہو جاتا ہے
اور خاصہ نہ جاتا ہے چنانچہ رسم ناقص ایسا خوبی سے دیکھنے سے ظاہر ہے ایسے ہی دلائل مذکورہ اگر کسی کی نظر میں

تنہا تنہا عام بھی ہوں تو سب مگر مطلوب مذکور کے مساوی ہی ہو جاتے ہیں مگر یہ بات البتہ ضرور ہے [illegible]
سر درد بھی ورنہ نظر غائر اور فکر صائب اور طبع سلیم اور ذہن مستقیم اور عقل خداداد اور قلب ذکی ہو تو سب
امور مذکورہ بمنزلہ خواص ختم نبوت مطلق ہیں قلت وحدت و کثرت مشاغل و تقاضا مسائل ہوتا تو انشاء اللہ ایک
دوسرے کے ثبوت اجمالی کو مفصل لکھتا سو جیسے دھوپ کو دیکھ کر آفتاب کے طلوع میں اور دھواں دیکھ کر آگ
کے وجود میں اور خوشبو کو سونگھ کر عطر کے ہونے میں اور کسی کی آواز سن کر اسکی یا مطلق انسان کے ہونے میں تامل نہیں ہوتا
ایسے ہی امور مذکورہ سے ختم نبوت مطلقہ پر استدلال قابل تامل نہیں اور یہ نہیں تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ تمام ہوتا
ای محل تامل نہیں ہوتے ورنہ خدا کی خدائی جو عالم کو دیکھ کر معلوم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت جو اعجاز وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے یا کسی کی ذکاوت کسی کی عبادت کسی کی سخاوت کسی کا بخل کسی کی شجاعت
کسی کا جبن جو آثار معلومہ سے معلوم ہوتے ہیں سب محل تامل ہو جائیں بجز اسکے کیا کہا جائیگا کہ جیسے یہ امور
تنہا تنہا خواص و لوازمات نہیں بلکہ مثل عوارض عامہ مجتمع ہو کر خاصہ بنجاتے ہیں جیسے خوارق اور اخلاق حمیدہ
اور دعوت الی اللہ [illegible] نبی کے سوا کسی اور میں نہیں ہوتی ایسے ہی امور مسطورہ اوراق گذشتہ جو دربارہ اثبات خاتمیت
مذکور ہوئے ہیں تنہا تنہا ابہم مگر مطلوب معلوم کیساتھ خاص ہیں اب یہ گذارش ہے کہ [illegible] آیہ اللہ الذی
خلق سبع سموات [illegible] تفسیر کی اور [illegible] جیسے مفسرین متاخرین نے مفسرین متقدمین کا خلاف
کیا ہے تو بھی ایک نئی بات کہدی تو کیا ہوا معنی مطابقی آیہ اگر اس احتمال پر منطبق ہوں تو البتہ گنجائش [illegible]
اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث [illegible] القرآن [illegible] شخص کافر ہو گیا [illegible] بھی گنہگار
تنہا کافر رہے گا تکفیر سے [illegible] پہنچیگی ہاں اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض کرتا ہوں
سے مفہوم کل [illegible] منطبق آتا ہی [illegible] کے لیے احتمال صحیح ہوا کرتا ہے سو اگر آیات قرآنی میں کوئی معنی
مذکور ہو تو دربارہ [illegible] باہم نسبت [illegible] سبیل البدلیت [illegible] ہو گی سو ان
میں سے کسی ایک احتمال کو [illegible] ترجیح [illegible] نبوت [illegible] وجہ سے [illegible]
کافر کہا جاتا ہے ہاں اگر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقلی یا نقلی ہو [illegible] دلیل و قرینہ کوئی [illegible]
احتمال [illegible] دقائق و نکات کا نکلنے [illegible] آتا جیسے بعض الفاظ احادیث [illegible]

الا جلی عن کتاب اللہ ولا ینقضی عجائبہ اسپر دلالت کرتی ہیں کیونکہ یہ ہو سکتا ہی وہاں جب کوئی بات
ہی وہ کوئی قرینہ دیکھ کر ترجیح احد الاحتمالات مخصص یا بنا عقل اسکا کاٹ ہو سکتا ہی اوسکو تفسیر بالرای اعنی تفسیر
بالہوی اور تفسیر میں عند قصد کہہ سکتے ہیں ورنہ تفسیر بالرای کیوں کہیے ہو تفسیر بالدلیل یا بالقرینہ کہو مگر توضیح
مد نظر ہی تو سنیئے کہ عقل کو ایک خوردبین اور دوربین معلومات دقیقہ اور بعیدہ میں دوربین سمجھیے جیسے بوجہ
صغیرہ و بعیدہ بوسیلہ خوردبین دوربین خوب واضح او پاس معلوم ہوسکتے ہیں ایسے ہی بوسیلہ عقول سامعیہ
بوسیلہ مضامین دقیقہ اور معلومات بعیدہ واضح اور اقرب الی الذہن معلوم ہوتی ہیں مگر جیسے مرکات خوردبین
و دوربین حقیقت میں عین معلوم نہیں ہوتا ورنہ فرق مقدار اور تفاوت بعد کی کوئی صورت نتھی بلکہ معلوم کی ایک
مثال اوسکی ہوتی ہی ایسے ہی وقت ادراک معلومات دقیقہ و بعیدہ کنہ یا وجہ جو کچھ ذہن میں آتی ہی ایک مثال
اور شبح مضامین مذکورہ سمجھیے مگر جیسے شبح آئینہ میں علاوہ انعکاس اجزا ذی شبح رنگ آئینہ بھی جو کچھ ہو سبز ہو
کچھ یا سرخ لاحق ہو جاتا ہی اور اس رنگ کو اجزا ذی شبح نہیں کہہ سکتے اثر آئینہ کہتے ہیں ایسے ہی کہیے بعض
مضامین زائد از اصل معلوم شبح معلوم کو ذہن میں آکر لاحق ہو جاتے ہیں اور اس لحوق کے باعث انکو اصل
معلوم کی طرف نسبت نہیں کر سکتے بلکہ ذہن عالم کی طرف کیے جاینگے جب یہ مثال اور یہ تمہید ذہن
نشین ہوگئی تو اب سنیئے کہ تفسیر میں امر مجمل کو واضح کر دیتے ہیں کچھ بڑہاتی گھٹاتی نہیں انسان کو اگر حیوان
ناطق کہا تو ایک امر مجمل کو واضح کر دیا ہی زائد از اصل کچھ بڑہا نہیں دیا سو یہ وہی قصہ ہی جو ادراک خوردبین
ہوتا ہی اور اس وجہ سے اگر ہم تصویر آئینہ کو تفسیر ذی التصویر کہیں تو بجا ہی اور جو جسم کو اگر سبز آئینہ
یا دوربین سے دیکھیں تو اس رنگ سبز کو جو تصویر آئینہ میں لاحق ہو جاتا ہی اور رنگ اصلی معلوم ہوتا
تفسیر بالمرآۃ کہیں تو زیبا ہی ایسے ہی وہ مضامین جنسے مرتبہ اجمال میں کچھ غرض نہو اور کسی کی رائے
یا عقل کیجانب سے لاحق ہو جائیں تو پھر انکو تفسیر بالرائے کہیں تو کیا بیجا ہی بہر حال تفسیر مثل الہام ح
میں توضیح ہوتی ہی انشاء اللہ ایجاد نہیں ہوتا چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہی اشیا بعیدہ موجود
ہو جاتی ہو چھوٹی چیز کا بڑا معلوم ہونا جیسے از قسم توضیح معتبر ہی ایسے ہی کسی رنگ کا صاف نظر آنا توضیح
اور سفید کا سیاہ یا سرخ و سبز معلوم ہونا توضیح رنگ سفید نہیں بلکہ تغیر رنگ ہی جسمیں ایک رنگ کا اعدام

اور دوسرے رنگ کا بیجا ہی ایں تقریر پر یہ شبہ کہ مقدار زائد بھی اصل حقیقت سے زائد ہو مرتفع ہو گیا اور دوسرے
جس چیز کا ادراک بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب ہوا کرتا ہو اُس قسم کی جو بات بوسیلہ مرایا معلوم ہو گی منجملہ
تفسیر ہی سمجھی جائیگی سو وہ بات اگر اصل مجمل ہو تب تو تفسیر بالاصل ہو گی نہیں تو تفسیر بالمراۃ کہیں گے اور جو چیز
بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب ہی نہیں ہوتی وہ بات اگر معلوم بھی ہو جائے تو اُسکو تفسیر کیونکر کہئے تفسیر تو اُسکو
کہنا چاہئے جس سے کوئی اجمال مبدل بتفصیل اور کوئی اشکال مبدل بانحلال ہو اور ظاہر ہے کہ مقادیر
اور مواضع بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب نہیں ہوا کرتے ورنہ لازم آتا ہے کہ اصل مقدار اشیاء مبصرہ بالمرایا اور
مواضع اشیاء مذکورہ وہ ہوا کریں جو بوسیلہ خوردبین یا دوربین معلوم ہوں بالجملہ تفسیر بالرائے وہی ہو جو امر مجمل
و مبہم میں داخل ہو مثلاً اُس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور بغرض تفسیر تفصیل ہوئی وہ امر داخل کیا جائے ورنہ ظاہر ہے
کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی میں ہو جائے ہی معمول ناقص کا کام ہوتا ہے باقی جو باتیں بوسیلہ کسی دلیل
عقلی یا نقلی کے شامل کیجائیں اُسکو اہل ظاہر گو تفسیر کہیں پر حقیقت میں یہ تفسیر نہیں ہوتی بلکہ وہ کلاموں جداگانہ
کے مضمونوں کو ملا کر دیا کرتے ہیں ہاں اگر تفسیر کے ایسے معنی عام لیجئے جسمیں یہ بھی شامل ہو جائے تو بجز
[illegible] فی الاصطلاح بہر حال یہی صورتیں تفسیر بالاصل یا تفسیر بالقرینہ کہیں گے تفسیر بالرائے نہ کہینگے
الغرض ناظران اوراق کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ بے وجہ خواہ مخواہ کفر نہیں کہ جو سامنے آیا ایک کفر کا جو تنا جڑ دیا
کا کام یہ نہیں کہ مسلمانوں کو کافر بنائیں اُن کا کام یہ ہے کہ کافروں کو مسلمان کریں اعتبار نہو تو پہلے علماء کے اسلام کو
یاد کرو سو اس زمانہ کے علماء سے ہو سکے تو اس گنہگار کو جسکا اسلام برائے نام ہے دستگیری فرما کر ورطۂ ہلاکت سے
نجات دیں اور ساحل سعادت تک پہونچائیں وما علینا الا البلاغ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

کتبہ العبد المذنب محمد قاسم الصدیقی النانوتوی

جواب دیگر از علماء لکھنؤ

ھو المصوب

معنی نہ ہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک جیسا کہ حاکم نے اُسکے حق میں صحیح الاسناد کہا اور

ذہبی نے صحیح الاسناد کا حکم دیا اور اس حدیث کے ثبوت میں کوئی علت قادحہ مثل شذوذ وغیرہ نہیں ہے اور بعض کے
انکار ہونا بسبب امثال حدیث سے ثابت ہوا اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت اس طبقہ
کے واسطے ہدایت مکلفان کے قائم ہوا اسی طرح سے ہر ہر طبقہ میں سلسلہ نبوت کا واسطے ہدایت والوں کے
قائم کیا گیا ہوا اور چونکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ آنا ہی سلسلہ کا باطل ہے لاجرم یہ کہ ہر طبقہ میں ایک سلسلہ
منتہی ہوگا کہ وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک ہی سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے خاتم کے ساتھ تشبیہ
کیا پس بنا علیہ اواخر انبیاء طبقات تحتانیہ پر اطلاق خواتم کا درست ہے اب یہاں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ
خواتم طبقات تحتانیہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہوں دوسرے یہ کہ مقدم ہوئے ہوں تیسرے یہ
کہ ہم عصر ہوں احتمال اول بحدیث لا نبی بعدی وغیرہ باطل ہے اور بتقدیر احتمال ثانی ان حضرت خاتم انبیاء
طبقات ہونگے اور بتقدیر ثالث دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبوت آنحضرت صلعم کی مخصوص ساتھ اسی طبقہ
کے ہو اور آپ کی خاتمیت بہ نسبت انبیاء اسی طبقہ کے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ میں ہر ایک خاتم کی رسالت ہو اور
ہر ایک ان میں سے صاحب شرع جدید و خاتم انبیاء اپنے طبقات کا ہو دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ تابع شرع
محمدیہ ہوں اور کوئی ان میں کا صاحب شرع جدید نہ ہو اور دعوت ہمارے حضرت کی عام اور ختم آپکا بہ نسبت کل
انبیاء جملہ طبقات کے حقیقی ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کا بہ نسبت اپنے اپنے سلسلہ کے اضافی ہو احتمال
اول بسبب عموم نصوص بعثت عامہ کے کہ جس سے عموم دعوت آنحضرت صلعم کا ثبوت ہوتا تمام عالم پر معلوم ہوتا
ہے باطل ہے علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آں حضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع
جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپکی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا چنانچہ تقی الدین
سبکی سے جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ اعلام بحکم عیسی علیہ السلام میں نقل کرتے ہیں قال السبکی فی
تصنیفہ ما من نبی الا اخذ اللہ علیہ المیثاق انہ ان بعث محمد فی زمانہ لیؤمنن بہ ولینصرنہ ویوصی امتہ بذلک
من التنویہ بالنبی و تعظیم قدرہ العلی ما لا یخفی وفیہ مع ذلک انہ علی تقدیر مجیئہ فی زمانہم یکون مرسلا الیہم فتکون نبوتہ و رسالتہ
عامۃ لجمیع الخلق من زمن آدم الی یوم القیامۃ وتکون الانبیاء و اممہم کلہم من امتہ فالنبی صلعم نبی الانبیاء ولو
اتفق مجیئہ فی زمن آدم و نوح و ابراہیم و موسی و عیسی وجب علیہم و علی اممہم الایمان بہ و نصرتہ ولہذا یاتی عیسی فی آخر الزمان علی شرعہ

[illegible]

عن وجہ الجلی والخفی و حفظہ عن موجبات النہی

واقعی زید بعد اس تحریر کے کافر یا فاسق نہ ہوگا

ابوالحسنات محمد عبدالحی

واللہ اعلم بالصواب و عندہ ام الکتاب

کتبہ ابوالحیا محمد نعیم عفی عنہ ربہ العلی الرب الحکیم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

الاجابۃ صحیحۃ کتبہ

ابوالحسنات محمد عبدالحی

[illegible]